https://ataunnabi.blogspot.com/
بعطائے الٰہی علمِ غیبِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر بخاری شریف سے چالیس احادیث
صحیح بخاری
اور
عقیدہِ علمِ غیب
علامہ محمد عبد القادر
Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

فہرستِ مضامین

مقدمہ

امام راغب اصفہانی رحمہ اللہ تعالیٰ (سنِ وفات ۵۰۲ ھ) غیب کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

الغیبُ مصدر، غابت الشمس وغیرھا إذا استترت عن العین واستعمل فیکلّ غائب عن الحاسة وما لا یقع تحت الحواس ولا تقتضیه بداهة العقل وإنّما یُعلم بخبر الأنبیاء علیهم السّلام.

ترجمہ: لفظِ غیب مصدر ہے، جب سورج وغیرہ آنکھوں سے چھپ جائے تو کہا جاتا ہے کہ سورج غائب ہو گیا، اور غیب کا لفظ ہر اُس پوشیدہ چیز کے لیے استعمال ہوتا ہے جو انسانی حس سے چھپی ہو اور جو حواس (یعنی دیکھنے، سننے، سونگھنے، چکھنے اور چھونے) سے معلوم نہ ہو سکے اور نہ ہی عقل کے غور و فکر سے معلوم ہو سکے، غیب تو انبیاء علیہم السلام کے بتانے ہی سے معلوم ہو سکتا ہے۔

("مفردات ألفاظ القرآن"، ص212)

مفسّرِ شہیر شیخ الحدیث والتفسیر مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

بذریعۂ آلات کے جو چھپی ہوئی چیز معلوم کی جائے وہ غیب نہیں مثلاً کسی آلہ کے ذریعے سے عورت کے پیٹ کا بچہ معلوم کرتے ہیں یا ٹیلی فون اور ریڈیو سے دور کی آواز سُن لیتے ہیں اس کو علمِ غیب نہ کہیں گے کیونکہ غیب کی تعریف میں عرض کر دیا گیا ہے کہ جو حواس سے معلوم نہ ہو سکے (الٹرا ساؤنڈ سے جو تصویر دکھائی دی) اور ٹیلی فون یا ریڈیو سے جو آواز نکلی وہ (تصویر یا) آواز حواس سے معلوم ہونے کے قابل ہے۔

("جاء الحق"، ص40)

یعنی اگر کوئی آلہ چھپی ہوئی چیز کو ظاہر کر دے تو یہ علمِ غیب نہیں کہ آلے کے ظاہر کرنے کے بعد ہمیں اس چیز کا علم حواس کے ذریعے سے ہوا لیکن جو علم وحی کے ذریعے کسی نبی کو یا کشف یا الہام کے ذریعے کسی ولی کو حاصل ہو تو وہ حاصل ہونے کے بعد بھی علم غیب ہے کہ علم غیب کہتے ہی اسکو ہیں جو حواس اور عقل سے معلوم نہ ہو سکے البتہ یہ فرق یاد رہے کہ بذریعۂ وحی نبی کو حاصل ہونے والا علم قطعی و یقینی ہوتا ہے جبکہ ولی کو کشف یا الہام کے ذریعے حاصل ہونے والا علم ظنّی ہوتا ہے۔

خالق اور مخلوق کے علم میں برابری نہیں

علمِ الٰہی اور مخلوق کے علم کے درمیان برابری کا شبہ کسی مسلمان کے دل و دماغ میں نہیں آسکتا، خالق اور مخلوق کے علم کے درمیان کئی وجوہات سے فرق ہے،

چنانچہ امامِ اہلسنت اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں:

اللہ کا علم ذاتی ہے۔	مخلوق کا علم عطائی ہے۔
اللہ کا علم اس کی ذات کیلئے واجب ہے (یعنی وہ اللہ ہے جسکی ذات ہی ایسی ہے کہ اسے ہر چیز کا علم ہونا ضروری ہے)۔	مخلوق کا علم اس کے لیے ممکن ہے (یعنی ضروری نہیں کہ مخلوق کو ہر ہر چیز کا علم ہو، ممکن ہے کہ کسی چیز کا علم ہو، کسی کا نہ ہو)۔
اللہ کا علم، ازلی، سرمدی، قدیم، حقیقی ہے (یعنی ہمیشہ ہمیشہ سے ہے)	مخلوق کا علم حادث ہے اس لیے کہ تمام مخلوق حادث ہے (ہمیشہ سے نہیں)
اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا علم مخلوق نہیں۔	مخلوق کا علم بھی مخلوق (پیدا کیا گیا ہے)۔
اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا علم کسی کے زیرِ قدرت نہیں۔	مخلوق کا علم اللہ تعالیٰ کی قدرت میں، اس کے زیرِ دست ہے۔
علمِ الٰہی کسی طرح بدل نہیں سکتا۔	مخلوق کا علم بدل سکتا ہے۔

(پھر فرماتے ہیں): ان فرقوں کے ہوتے ہوئے برابری کا وہم نہ کرے گا مگر وہ جس پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی اور انہیں بہرہ کر دیا اور ان کی آنکھیں پھوڑ دیں۔

("الدولة المکیة"، ص۸۷، مترجم از حجۃ الاسلام حامد رضا خان رحمہ اللہ).

امام اہلسنت علیہ الرحمۃ ”فتاویٰ رضویہ“ میں فرماتے ہیں:

بلاشبہ حق یہی ہے کہ تمام انبیاء ومرسلین علیہم السلام وملائکہ مقرّبین اوّلین وآخرین کے مجموعہ علوم مل کر بھی علمِ باری تعالیٰ سے وہ نسبت نہیں رکھ سکتے جو ایک بوند کے کروڑویں حصے کو کروڑوں سمندروں سے ہے۔

(”الفتاوی الرضویة“، ج۱۵، ص۷۷۳)

مزید ایک مقام پر امامِ اہلسنت علیہ الرحمۃ میں فرماتے ہیں:

بلاشبہ جو غیرِ خدا کو بے عطائے الٰہی خود بخود علم مانے قطعاً کافر ہے اور جو اُس کے کفر میں تردّد کرے وہ بھی کافر۔

(”الفتاوی الرضویة“، ، ج۲۹، ص۴۰۷.)

اللہ عزوجل کی ذات اور صفات کا مکمل علم کسی کو حاصل نہیں ہو سکتا

اللہ عزوجل مخلوق کے علم کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے:

(وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ) [البقرۃ: ۲۵۵]

ترجمۂ کنزالایمان: وہ نہیں پاتے اُس کے علم میں سے مگر جتنا وہ چاہے۔

امامِ اہلسنت رحمۃ اللہ علیہ "الدولۃ المکّیّۃ" میں فرماتے ہیں:

أقول: ولو قطعنا فيه النظر عمّا مرّ لكفى برهاناً عليه قوله تعالى: (وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ مُّحِيْطًا) [النساء: ۱۲۶]

وذلك أنّ ذاته تعالى غير متناهية فلا يمكن لأحد من خلقه أن يعلمه كما هو بحيث يصحّ أن يقال: الآن عرف الله تعالى عرفاناً تامّاً لم يبق بعده في المعرفة شيء فإنّه لو كان كذا لأحاط ذلك العلم بذاته تعالى فكان تعالى محاطاً له وهو متعال عن يحيط به أحد، بل هو بكلّ شيء محيط.

حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان رحمہ اللہ اس کا ترجمہ یوں فرماتے ہیں:

اقول (میں کہتا ہوں): اور اگر ہم تمام تقریر سے قطع نظر بھی کریں تو اس پر دلیل قاطع ہونے کے لیے یہ آیت کریمہ ہی بس ہے کہ (اللہ ہر شے کو محیط ہے) اس لیے کہ ذاتِ الٰہی محدود نہیں تو اس کی مخلوق میں کسی کو ممکن نہیں کہ اللہ عزوجل کو جیسا ہے تمام و کمال ایسا پہچان لے کہ یہ کہنا صحیح ہو جائے کہ اب اللہ تعالیٰ کی (ایسی) معرفت حاصل ہو گئی جس کے بعد اس کی معرفت سے کچھ باقی نہ رہا اس لیے ایسا ہوتا تو یہ (حاصل ہونے والا) علم اللہ عزوجل کی ذات کو محیط ہو جاتا تو اللہ عزوجل اس کے احاطہ میں آجاتا اور وہ برتر ہے کہ اسے کوئی چیز احاطہ کر سکے (یعنی ایسا نا ممکن ہے کہ کوئی اللہ عزوجل کی ذات و صفات کو کامل طور پر جان سکے) بلکہ وہ ہی ہر چیز کو محیط ہے اور اللہ عزوجل کو جاننے والے انبیاء اور اولیاء اور صالحین اور مومنین، ان میں جو باہم مراتب کا فرق ہے، وہ اللہ تعالیٰ کو جاننے ہی میں فرق کی

بناپر ہے (جو اللہ عزوجل کو جتنا زیادہ جانتا ہے اتنا ہی زیادہ اس کا مرتبہ ہے) تو ہمیشہ ابد الآباد تک انہیں علم پر علم بڑھتا رہے گا اور کبھی اس کے علم میں سے قادر نہ ہوں گے مگر قدرِ متناہی پر (یعنی جو انہیں علم حاصل ہو گا وہ محدود ہی ہو گا) اور ہمیشہ معرفتِ الٰہی سے غیر متناہی باقی رہے گا (یعنی جتنی انہیں جب جب معرفتِ خداوندی حاصل ہو گی اس کے بعد ہمیشہ ایسا ہو گا کہ معرفتِ الٰہی پھر بھی لا محدود رہے گی) تو ثابت ہوا کہ جمیع معلوماتِ الہیہ کو پوری تفصیل کے ساتھ کسی مخلوق کا محیط ہونا (جان لینا) عقلاً اور شرعاً دونوں طرح محال ہے۔

("الدولة المكيّة" مترجم، ص۷۰.)

لامحدود علم صرف اللہ کو ہے

امامِ اہلسنت اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن لامحدود علم کے مختلف سلسلوں کی مثالیں دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی ذات غیر متناہی اور اُس کی صفتیں غیر متناہی اور ان میں ہر صفت غیر متناہی اور عدد کے سلسلے غیر متناہی اور ایسے ہی ابد کے دن اور اُس کی گھڑیاں اور اس کی آنیں اور جنت کی نعمتوں سے ہر نعمت اور جہنم کے عذابوں سے ہر عذاب، جنتیوں اور دوزخیوں کی سانسیں اور ان کے پلک جھپکنا اور ان کی جنبشیں اور ان کے سوا اور چیزیں، یہ سب غیر متناہی (یعنی لامحدود) ہیں اور یہ سب اللہ تعالیٰ کو ازل وابد میں پوری تفصیلی احاطہ کے ساتھ معلوم ہیں۔

("الدولة المكية" مترجم، ص۷۶.)

ہمارے پیارے آقا مدنی مصطفی ﷺ کو اگرچہ جہنم کے عذاب اور جنت کی نعمتوں کے بارے میں کثیر علم دیا گیا ہے بلکہ مشاہدہ بھی کرایا گیا ہے لیکن مخلوق میں سے کسی کو بھی لامحدود علم حاصل نہیں ہو سکتا، چنانچہ امامِ اہلسنت رحمۃ اللہ علیہ اللہ عزوجل کے علاوہ کسی اور کے لیے لامحدود علم کی نفی کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

مخلوق کا علم اگرچہ کتنا ہی کثیر وبسیار ہو یہاں تک کہ عرش وفرش میں روزِ اوّل سے روز آخر تک اور اس کے کروڑوں مثل سب کو محیط ہو جائے (گھیر لے) جب بھی نہ ہو گا مگر محدود بالفعل (یعنی مخلوق میں سے کسی کا علم عرش اور فرش، روز اوّل وروز آخر کے درمیان مانا جائے تو وہ محدود ہی ہو گا) اس لئے کہ عرش اور فرش دو کنارے گھیرنے والے ہیں اور روزِ اوّل سے روز آخر تک یہ دوسری دو حدیں ہوئیں اور جو چیز دو گھیرنے والوں میں گھری ہو وہ نہ ہو گی مگر متناہی (یعنی محدود)۔

("الدولة المكية"، ص۰ ۷)

مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

(نبی پاک ﷺ کے لیے) کل صفاتِ الٰہیہ اور بعدِ قیامت کے تمام واقعات کے علم کا ہم بھی دعویٰ نہیں کرتے۔

("جاء الحق"، ص۲۴)

علّامہ غلام رسول سعیدی صاحب فرماتے ہیں:

پس جاننا چاہیئے کہ (حضور اقدس ﷺ کے لیے) علمِ کلّی (ماننے) کا یہ مطلب نہیں ہے کہ جو خدا کا علم ہے وہ حضور کو سب حاصل ہے، بلکہ مخلوقات اور لوحِ محفوظ کے کل علوم حضور کو حاصل ہیں اور اللہ تعالیٰ کا علم لوحِ محفوظ میں منحصر نہیں ہے بلکہ کروڑوں الواح بھی اللہ تعالیٰ کے علومِ غیر متناہیہ کی متحمل نہیں ہو سکتیں۔

("توضیح البیان"، ص۴۰۴)

علمِ ماکان ومایکون کا معنی

اللّٰہ عزوجل نے ہمارے پیارے آقا مدنی مصطفی ﷺ کو "ماکان من أوّل یومٍ ومایکون إلی یومٍ آخر" کا علم عطا فرمایا ہے، اس کا معنی یہ ہے کہ آپ ﷺ کو مخلوق کی ابتداء یعنی روزاوّل سے روز قیامت تک ہونے والے تمام واقعات کا علم عرش تا فرش اور مشرق تا مغرب تمام چیزوں کا علم عطا فرمایا گیا اور روزاوّل سے لیکر قیامت تک پیدا ہونے والی تمام چیزوں میں سے کوئی چیز آپ ﷺ کے علم شریف سے باہر نہیں۔

امامِ اہلسنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں:

بے شک حضرتِ عِزّت عَزَّتْ عظمتُہ نے اپنے حبیبِ اکرم ﷺ کو تمامی اولین وآخرین کا علم عطا فرمایا، شرق تا غرب، عرش تا فرش سب انہیں دکھایا مَلَکوتُ السماوات والأرض (زمین اور آسمانوں کے ملکوں) کا شاہد بنایا، روزِ اوّل سے روزِ آخر تک سب ماکان ومایکون انہیں بتایا، اشیاءِ مذکورہ سے کوئی ذرّہ حضور کے علم سے باہر نہ رہا، علمِ عظیم حبیب کریم علیہ افضل الصلاۃ والتسلیم ان سب کو محیط ہوا، نہ صرف اِجمالاً بلکہ ہر صغیر وکبیر (ہر چھوٹی بڑی چیز)، ہر رطب ویابس (یعنی ہر خشک وتر)، جو پتہ گرتا ہے، زمین کی اندھیریوں میں جو دانہ کہیں پڑا ہے سب کو جدا جدا تفصیلاً جان لیا، للّٰہ الحمد کثیرًا.

("الفتاوی الرضویة"، رسالۃ "إنباء المصطفی بحالِ سِرٍّ أخفی"، ج۲۹، ص۶۸۴)

اس عبارت میں امامِ اہلسنت علیہ الرحمۃ نے نبی پاک ﷺ کے علم شریف کے بارے میں جو تفصیل بیان کی ہے اس کا تعلق قیامت تک مخلوق کے حالات وواقعات سے ہے، جیسا کہ آپ علیہ الرحمہ کے فرمان: "روزِ اوّل سے روزِ آخر تک" سے ظاہر ہے، اور بخاری ومسلم کی احادیث میں آپ عنقریب ملاحظہ فرمائیں گے، قیامت کے بعد کے تمام

واقعات اور تمام چیزوں کا علم، یہ ایک لامحدود سلسلہ ہے اور ہم آپ ﷺ کے لیے لامحدود علم کے قائل نہیں، بعدِ قیامت ہمیشہ ہمیشہ ہونے والے تمام واقعات، ہمیشہ ہمیشہ جو چیزیں جنت اور دوزخ میں پیدا ہوتیں رہیں گی وغیرہا ان تمام لامحدود سلسلوں کا علم صرف اللہ عزوجل کو ہے، ہاں البتہ یہ بات ضرور ہے کہ قیامت کے بعد کے واقعات میں سے جتنا اللہ عزوجل نے چاہا اتنا علم آپ ﷺ کو عطا فرمایا، یہاں تک کہ جنتیوں کے جنّت اور دوزخیوں کے دوزخ میں جانے تک کا علم عطا فرما دیا۔

اگر جنابِ رسول اللہ ﷺ کے لیے عالَم کے تمام ذرّات کا علم ثابت کیا جائے تو اس سے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے علم سے برابری نہیں ہو سکتی،

اوّلاً تو اس لیے کہ ذرّاتِ عالم محدود ہیں، اور ذرّات کا علم بھی محدود ہے، اور اللہ تعالیٰ کا علم لامحدود،

ثانیاً یہ کہ اس بات کو تو ہر شخص تسلیم کرے گا کہ اگر ایک شخص اپنے ہاتھ پر لگے ہوئے ذرّے کو دیکھے تو اُسے اِس ذرّے کا علم ہونا یقینی ہے، اب اس شخص کو بھی اس ذرّے کا علم ہے اور اللہ تعالیٰ کو بھی اس ایک ذرّے کا علم ہے، اب جسے جنابِ رسول اللہ ﷺ کے لیے ذرّاتِ عالم کے علم ثابت کرنے میں اللہ تعالی کے لامحدود علم سے برابری کا وہم ہو اُسے اِس ایک ذرّے کے علم ماننے میں بھی اللہ تعالی کے علم سے برابری کا وہم ہونا چاہیئے؛ کیونکہ یہ ایک ذرّہ بھی محدود ہے اور عالَم کے تمام ذرّات بھی محدود ہیں، حالانکہ ادنیٰ سی عقل والا بھی اِس میں اللہ تعالیٰ سے برابری کا وہم نہیں کرے گا، اس لیے کہ ایک ذرّے کا علم محدود ہے اور اللہ تعالیٰ کا علم لامحدود، اسی طرح ذرّاتِ عالَم کا علم مخلوق میں سے کسی کے لیے ماننے سے اللہ تعالیٰ سے برابری لازم نہیں آئے گی کہ ذرّاتِ عالم محدود ہیں، ثالثاً ذرّاتِ عالَم کا علم اللہ تبارک وتعالیٰ کو بھی ہے اور رسول اللہ صلّی اللہ تعالی علیہ وسلّم کو بھی، لیکن اس میں بھی کئی وجوہات سے فرق ہے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا علم ذاتی، قدیم ہے، جبکہ آپ ﷺ کا علم عطائی، اور حادث ہے، پھر مزید یہ کہ عالَم کے ذرّات اگرچہ محدود ہیں،

لیکن ان میں سے ہر ذرّہ دوسرے ذرّے سے کتنا قریب ہے؟ کتنا دور ہے؟

ہر ذرّہ دوسرے ذرّے سے کتنا چھوٹا ہے، کتنا بڑا ہے؟

ایک ذرّہ دوسرے ذرّے کے اعتبار سے کس جہت میں ہے؟

نہ جانے کتنے اعتبار سے آپس میں لامحدود تعلّقات اور نسبتیں ہیں، صرف ایک ذرّے میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لیے لامحدود علوم ہیں، ان لامحدود تعلّقات کا علم صرف اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو ہے،

اعلیٰ حضرت نے اپنے اس قول: "زمین کی اندھیریوں میں جو دانہ کہیں پڑا ہے سب کو جدا جدا تفصیلاً جان لیا" میں ذرّات کا علم ثابت کیا ہے، ذرّات کا دوسرے ذرّات کے ساتھ لامحدود تعلقات کے علم کو جناب رسول اللہ ﷺ کے لیے ثابت نہیں کیا، بلکہ ان لامحدود تعلّقات کے علم کو صرف اللہ تبارک وتعالیٰ کے لیے خاص کیا ہے، چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

ففی علمه سبحانه وتعالی سلاسل غیر المتناهیات بمرّات غیر متناهیة، بل له سبحانه وتعالی فی کلّ ذرّة علوم لا تتناهی؛ لأنّ لکلّ ذرّة مع کلّ ذرّة کانت أو تکون أو یمکن أن تکون نسبة بالقرب والبعد والجهة مختلفة فی الأزمنة باختلاف الأمکنة الواقعة والممکنة من أوّل یوم إلی ما لا آخر له.

("الدولة المکّیه" مترجم، ص ۲۶۲).

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے علم میں لامحدود سلسلے لامحدود بار ہیں، بلکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لیے ہر ہر ذرّہ میں لامحدود علوم ہیں؛ اس لیے کہ ہر ذرّہ کو ہر ذرّہ سے جو تھا یا ہے یا جس کا ہونا ممکن ہے مختلف جگہوں یا اوقات میں روزِ اوّل سے لامحدود زمانے تک ہونے کے لحاظ سے قریب، دور اور کسی نہ کسی جہت میں ہونے کے اعتبار سے کوئی نہ کوئی نسبت ہے۔

مزید یہ کہ کسی چیز کا علم میں آنا الگ بات ہے اور اس چیز کی طرف ہر وقت توجہ رہنا اور بات ہے، امامِ اہلسنّت نے جناب رسالت ﷺ کے لیے ذرّاتِ عالَم کا علم ثابت کیا ہے، یہ نہیں کہا کہ ہر وقت، ہر ہر چیز کی طرف آپ ﷺ کی اس طرح کامل توجّہ ہے کہ کوئی چیز آپ کے مشاہدہ سے باہر نہ رہتی ہو؛ کیونکہ ہر وقت ہر چیز کی طرف کامل

توجّہ ہونا صرف اللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ کے ساتھ خاص ہے، سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے اپنے اس عقیدے کو واضح الفاظ میں بیان فرمادیا ہے، چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

معلوم أنّ علم المخلوق لا یحیط فی آن واحد بغیر المتناھی کما بالفعل تفصیلاً تامّاً بحیث یمتاز فیه کلّ فرد عن صاحبه امتیازاً کلیّاً.

ترجمہ: (یہ بات) معلوم ہے کہ کسی مخلوق کا علم آنِ واحد میں غیر متناہی بالفعل کو پوری تفصیل کے ساتھ کہ ہر ہر فرد دوسرے سے بَرَوجہِ کامل ممتاز ہو، محیط نہیں ہو سکتا۔

("الدولة المکّیّة" مترجم، ص۹۶)

ایک جگہ اس طرح فرماتے ہیں:

یا علم تھا لیکن کسی وقت ذہنِ اقدس سے اتر گیا؛ اس لئے کہ قلبِ مبارک کسی اور اَہم اور اعظم (کام) میں مشغول تھا، ذہن سے اُترنا علم کی نفی نہیں کرتا، بلکہ پہلے علم ہونے کو چاہتا ہے (کیونکہ ذہن سے وہی بات اُترتی ہے جو پہلے سے علم میں ہو)۔

("الدولة المکّیّة" مترجم، ص011)

ایک مقام پر اس طرح فرماتے ہیں:

امر اہم و اعظم و اجل و اعلیٰ میں اشتغال بارہا امر سہل سے ذہول کا باعث ہوتا ہے۔

("الفتاوی الرضویة"، رسالة "إزاحة العیب بسیف الغیب"، ج۹۲، ص۸۱۵)

یعنی اکثر اہم کام میں مشغول ہونے سے دوسرے کام کی طرف توجہ نہیں رہتی، اس عبارت سے امامِ اہلسنّت نے علمِ الٰہی اور علمِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک اور اہم فرق بیان فرمادیا ہے، اتنے بڑے فرق کو ماننے کے باوجود اللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ سے برابری اور شرک کا الزام لگانا کتنا عجیب ترین ہے؟!

یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ مخلوق میں سے اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کا سب سے زیادہ علم مصطفی کریم ﷺ کو ہی حاصل ہے آپ ﷺ کو جو ذات اور صفات الہی عزوجل کا علم حاصل ہے وہ توماکان ومایکون کے علم کے علاوہ ہے کیونکہ ماکان ومایکون کے علم کا تعلّق تو مخلوق کے گذشتہ وآئندہ قیامت تک کے حالات سے ہے، صفاتِ الٰہی سے نہیں اور نبیء پاک ﷺ کو معرفتِ خداوندی کا جو علم حاصل ہے اس کے مقابلے میں ماکان ومایکون کا علم تو سمندر کے مقابلے میں ایک قطرہ ہے، اسی لیے امامِ اہلسنت علیہ الرحمۃ مذکورہ بالا عبارت کے بعد مزید فرماتے ہیں:

بلکہ یہ (یعنی ماکان ومایکون کے بارے میں) جو کچھ بیان ہوا ہر گز ہر گز محمد رسول اللہ کا پورا علم نہیں ﷺ بلکہ علمِ حضور سے ایک چھوٹا حصہ ہے، ہنوز (یعنی ابھی تک) احاطۂ علم محمدی میں وہ ہزار در ہزار بے حد وکنار سمندر لہرا رہے ہیں جن کی حقیقت وہ خود جانیں یا ان کا عطا کرنے والا ان کا مالک ومولی جلّ وعلا، الحمد للہ العلیّ الأعلی.

("الفتاوی الرضویۃ"، رسالۃ "إنباء المصطفی بحالِ سِرٍّ أخفی"، ج۲۹، ص۶۸۴)

حاصلِ کلام یہ ہے کہ ہمارے نبی ﷺ کو مخلوق کے قیامت تک کے حالات وواقعات کا علم دیا گیا ہے، اس کے علاوہ کتنا علمِ غیب دیا گیاہے وہ تو لینے والا جانے اور دینے والا جانے اور یہ تمام علمِ مصطفی ﷺ گرچہ اللہ عزوجل کے علم کے مقابلے میں محدود ہی ہے لیکن ہم کسی طرح بھی علمِ سیّد الوری ﷺ کا اندازہ ہر گز نہیں کرسکتے۔

علمِ ماکان ومایکون کی قرآنی دلیل:

اللہ عزوجل اپنے محبوب صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو مخاطب کرکے فرماتا ہے:

(وَنَزَّلْنَا عَلَیْكَ الْكِتَابَ تِبْیَانًا لِّكُلِّ شَیْءٍ) [النحل: ۸۹]

ترجمہ: اور تم پر یہ قرآن اتارا ہر چیز کا روشن بیان۔

اس آیت کو نقل کرکے امامِ اہلسنت "الدولۃ المکّیۃ" میں فرماتے ہیں:

تبیان اس روشن اور واضح بیان کو کہتے ہیں جو اصلاً پوشیدگی نہ رکھے (یعنی جس میں کسی طرح کوئی بات چھپی ہوئی نہ ہو)۔

پھر فرماتے ہیں:

بیان کے لیے ایک بیان کرنے والا چاہیے وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہے اور دوسرا وہ جس کے لیے بیان کیا جائے اور وہ وہ ہیں جن پر قرآن اُترا، ہمارے سردار رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم۔

("الدولۃ المکّیۃ" مترجم، ص100)

امامِ اہلسنت اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ مزید اس آیت کے تحت فرماتے ہیں:

اور اہلسنت کے نزدیک "شيء" ہر موجود کو کہتے ہیں، اس ("شيء") میں جملہ موجودات داخل ہوگئے (یعنی تمام چیزیں) فرش سے عرش تک اور شرق سے غرب تک ذاتیں اور حالتیں اور حرکات اور سکنات اور پلک کی جنبشیں اور نگاہیں اور دلوں کے خطرے اور ارادے اور انکے سوا جو کچھ ہے اور انہی موجودات میں سے لوحِ محفوظ کی تحریر ہے تو ضرور ہے کہ قرآنِ عظیم میں ان تمام چیزوں کا بیانِ روشن اور تفصیلِ کامل ہو اور یہ بھی ہم اِسی حکمت والے قرآن سے پوچھیں کہ لوحِ محفوظ میں کیا کیا لکھا ہوا ہے؟ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

(وَكُلُّ صَغِيرٍ وَكَبِيرٍ مُسْتَطَرٌ) [القمر: ۵۳]

ترجمہ: اور ہر چھوٹی بڑی چیز لکھی ہوئی ہے۔

اور فرماتا ہے:

(وَكُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ فِي إِمَامٍ مُبِينٍ) [یس: ۱۲].

ترجمہ: ہر چیز ہم نے ایک روشن پیشوا میں گن رکھی ہے۔

اور فرماتا ہے:

(وَلَا حَبَّةٍ فِي ظُلُمَاتِ الْأَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَلَا يَابِسٍ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ) [الأنعام: ۵۹].

ترجمہ: زمین کی اندھیریوں میں کوئی دانہ نہیں اور نہ کوئی تر وخشک، مگر ایک روشن کتاب میں ہے۔

("الدولة المكيّة"، ص100)

الحاصل غور فرمائیں کہ قرآن عظیم میں ہر شے کا روشن بیان ہے اور لوحِ محفوظ بھی ایک شے ہے اور لوحِ محفوظ میں روزِ اوّل سے روزِ آخر تک پیدا ہونے والی ہر خشک وتر چیز کا بیان ہو تو وہ روشن کتاب جس میں لوحِ محفوظ کا علم ہے، وہ کتاب جس کے بارے میں عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: لَوْ ضَاعَ لِي عِقَالُ بَعِيرٍ لَوَجَدْتُهُ فِي كِتَابِ اللهِ تَعَالَى یعنی اگر میرے اونٹ کی رسّی بھی گم ہو جائے تو مَیں اس کا پتہ کتاب اللہ میں پالوں گا۔

("تفسير الألوسی"، تحت الآیۃ: (يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ) [المائدۃ:٦٧]، ج۵، ص۹۰۳).

ایسی عظیم الشان کتاب جس ذاتِ قدسی پر اُتری اُن کے علم کی وسعت کا کیا عالَم ہو گا!

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

ان پر کتاب اُتری تبیاناً لکلّ شیء

تفصیل جس میں ما عبر و ما غبر کی ہے

علمِ ماکان ومایکون نئی اصطلاح نہیں

رسول اللہ ﷺ کے لیے ”علمِ ماکان ومایکون“ کا استعمال کوئی نئی اصطلاح نہیں بلکہ مختلف مفسرین نے رسول اللہ ﷺ کے لیے ”ماکان ومایکون“ کے کلمات استعمال فرمائے ہیں،

سورۂ رحمن کی ابتدائی آیات (خَلَقَ الْإِنْسَانَ o عَلَّمَهُ الْبَيَانَ) کے تحت تفسیر ” **معالم التنزيل**“ میں ہے:

وقال ابن كيسان: (خَلَقَ الْإِنْسَانَ) يعني محمدًا صلّى اللّه عليه وسلّم (عَلَّمَهُ الْبَيَانَ) يعني بيان ما كان وما يكون؛ لأنّه كان يبيّن عن الأوّلين والآخرين وعن يوم الدين.

(”مختصر تفسير البغوي المسمّى بمعالم التنزيل“، ج۴، ص۷۶۲).

”تفسیر خازن“میں مذکورہ بالا آیات کے بارے میں مختلف اقوال نقل کیے ہیں، ان میں سے ایک قول یہ بھی ہے:

وقيل: أراد ب(الإنسان) محمداً صلّى الله عليه وسلّم، (علّمه البيان) يعني بيان ما يكون وما كان؛ لأنه صلّى الله عليه وسلّم ينبئ عن خبر الأوّلين والآخرين وعن يوم الدين.

(”تفسير الخازن“، ج۴، ص۳۲۲).

دونوں عبارتوں کا تقریباً یکساں مفہوم درج ذیل ہے:

اللہ عزوجل کے فرمان: (خَلَقَ الْإِنْسَانَ) میں انسان سے مراد محمد ﷺ ہیں، (علّمه البيان) میں بیان سے مراد علمِ ماکان ومایکون (یعنی جو ہوا اور جو ہوگا) کا علم ہے اس لیے کہ آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم اوّلین وآخرین اور قیامت کے دن کے بارے میں خبریں دیتے ہیں۔

امام اہلسنت سورۂ رحمن کی ان آیات کا "کنز الایمان" میں مذکورہ بالا تفاسیر کے مطابق اس طرح ترجمہ فرماتے ہیں:

انسانیت کی جان محمد کو پیدا کیا، ماکان ومایکون کا بیان اُنہیں سکھایا۔

اعلیٰ حضرت "الدولة المکیّة" میں نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے علمِ ماکان ومایکون کے بارے میں ایک نہایت اہم علمی نکتہ ارشاد فرماتے ہیں، اگر اسے یاد کرلیا جائے اور مختلف مقامات پر مدِّ نظر رکھا جائے تو علمِ ماکان ومایکون پر کیے جانے والے بہت سارے اعتراضات خود بخود رفع ہو جائیں چنانچہ فرماتے ہیں:

عرش نے اس پر قرار پکڑا کہ ہمارے نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم تمام ماکان ومایکون جانتے ہیں اور جب کہ تمہیں معلوم ہولیا کہ نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا علم قرآنِ عظیم سے مستفاد (حاصل کیا ہوا) ہے اور ہر چیز کا روشن بیان اور ہر چیز کی تفصیل ہونا یہ اس کتابِ کریم کی صفت ہے، نہ کہ اس کی ہر ہر آیت یا ہر ہر سورت کی اور قرآن عظیم دفعۃً (ایک ساتھ) نہ اُترا بلکہ تقریباً تیئیس برس میں تھوڑا تھوڑا (اُترا) جب کوئی آیت یا سورت اُترتی نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے علموں پر اور علوم بڑھاتی یہاں تک کہ جب قرآنِ عظیم کا نزول پورا ہوا، ہر چیز کا مفصّل روشن بیان پورا ہو گیا اور اللہ عزوجل نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر اپنی نعمت تمام کردی جیسا کہ قرآن عظیم میں اس کا وعدہ فرمایا تھا تو تمامی نزولِ قرآن سے پہلے اگر نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے بعض انبیاء علیہم السلام کے بارے میں فرمایا گیا کہ تم انہیں نہیں جانتے یا نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے کسی قصہ یا معاملہ میں توقُّف فرمایا (یعنی خاموشی کو اختیار فرمایا) یہاں تک کہ وحی اُتری اور علم لائی تو یہ نہ اُن آیتوں کے منافی ہے اور نہ نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے اِحاطۂ علم کا نافی (یعنی نفی کرنے والا) جیسا کہ اہل انصاف پر مخفی نہیں۔

("الدولة المکیّة"، ص108)

اعلیٰ حضرت ،امام اہلسنت رحمہ اللہ کے فرمانے کا خلاصہ یہ ہے کہ رحمۃ للعالمین ﷺ کو **علمِ ماکان ومایکون** اس قرآنِ عظیم کے ذریعے عطا فرمایا گیا جس میں ہر چیز کا تفصیلی بیان ہے اور یہ علم ایک ساتھ نہیں دیا گیا بلکہ قرآنِ عظیم کی آیتیں اور سورتیں وقفے وقفے سے نازل ہوئیں اسی کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ کا علم مبارک بھی درجہ بہ درجہ بڑھتا رہا سرکارِ دوعالم ﷺ کے علمِ ماکان ومایکون کی تکمیل قرآن عظیم کے نزول کے تمام ہونے کے ساتھ ہوئی اور ہمارا یہ دعوی کرنا کہ آپ ﷺ روزِ اوّل سے روزِ آخر تک ہونے والے واقعات کو بلکہ جنتیوں اور دوزخیوں کے اپنے اپنے مقام میں پہنچنے تک کو جانتے ہیں، یہ ساری وسعتِ علمی نزول قرآن کی تکمیل کے ساتھ مانتے ہیں اب مخالفین سے سوال یہ ہے کہ کوئی ایسی حدیث پیش کریں یا واقعہ بتائیں جسکا قرآن کے نزول کے تمام ہونے کے بعد ہونا یقین سے ثابت ہو اور جس میں اس بات کا ثبوت بھی ہو کہ قرآنِ عظیم کے نزول کے تمام ہونے کے بعد آپ ﷺ کو کسی چیز کے بارے میں علم نہ دیا گیا ہو،

سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ تمام بدمذہبوں کو چیلنج کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

(اے بد مذہبو!) سب اکھٹے ہو جاؤ اور ایک نص ایسی لے آؤ جس کی دلالت قطعی ہو اور افادہ یقینی اور ثبوت جزمی ہو (یعنی ایسی دلیل جس سے یقین کا درجہ حاصل ہو) جیسے قرآن عظیم کی آیت یا متواتر حدیث جو یقینِ قطعی اور جزمِ روشن سے حکم (ثابت) کرتا ہو کہ تمامی نزولِ قرآن کے بعد کوئی واقعہ نبی ﷺ پر مخفی رہا ہو بایں معنی (ان معنوں پر) کہ حضور نے اصلاً اسے جانا ہی نہ ہو، نہ یہ کہ حضور نے جانا اور بتایا نہیں کہ حضور کے پاس ایسے علم بھی ہیں جن کے اِخفاء (یعنی چھپانے) کا حکم فرمایا گیا یا علم تھا لیکن کسی وقت ذہن اقدس سے اتر گیا اس لئے کہ قلبِ مبارک کسی اور اہم اور اعظم (کام) میں مشغول تھا، ذہن سے اترنا علم کی نفی نہیں کرتا بلکہ علم ہونے کو چاہتا ہے (کیونکہ کوئی چیز ذہن سے اُسی وقت اتر سکتی ہے جب کہ وہ بات پہلے سے علم میں ہو) جیسا کہ کسی سمجھ والے پر مخفی نہیں رہا۔

ہاں۔۔۔ہاں۔۔۔تو ایسی کوئی برہان (واضح دلیل) لاؤ اگر سچے ہو اور اگر نہ لا سکو اور ہم کہہ دیتے ہیں کہ نہ لا سکو گے تو جان لو اللہ راہ نہیں دیتا دغابازوں کے مکر کو۔

("الدولة المكيّة"، ص110)

کلامِ امامِ اہلسنت رحمۃ اللہ علیہ میں ان لوگوں کا ردّ ہے جو انکارِ علم غیب میں اہل سنت کے عقیدے کو سمجھے بغیر مختلف واقعات کو پیش کرتے ہیں کبھی کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کو اگر اس بات کا علم ہوتا کہ قبیلہ رعل وذکوان دھوکے سے ستر قاریوں کو اپنے ساتھ لے جاکر شہید کردیں گے تو ان صحابہ کو انکے ساتھ کیوں روانہ کرتے، اگر علمِ غیب ہوتا تو امّ المؤمنین سیدتنا عائشہ صدیقہ کے گمشدہ ہار کو تلاش کرنے کے لیے قافلے کو کیوں رکواتے؟، جو ہجرت کرکے آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوتا اس سے کیوں دریافت فرماتے کہ تم غلام ہو یا آزاد؟ مختلف معاملات میں خاموشی اختیار فرماکر وحی کا انتظار فرمانا بھی ثابت ہے، مختلف فیصلوں میں گواہی طلب فرماتے وغیرہ وغیرہ، ان تمام واقعات میں پہلی بات تو یہ ہے کہ قطعی اور یقینی طور پر ہم نبی کریم ﷺ کے بارے میں کسی طرح نہیں کہہ سکتے کہ فلاں چیز کا علم آپ کو نہیں تھا ہمارا ایمان ہے کہ ہمارے آقا کریم ﷺ اللہ سبحانہ وتعالی کے حبیب اعظم، صاحبِ وحی ہیں، جو اللہ تعالی کی عطا سے زمین پر رہتے ہوئے آسمانوں کی خبریں دیں ان کے بارے میں ہم یہ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ انہیں فلاں چیز کا علم نہیں تھا؟! سر دست جو مثالیں پیش کی گئیں ان سب میں تاویل ہوسکتی ہے، مثلاً ستر قاریوں والے واقعے میں یہ تاویل ہوسکتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مشیتِ الٰہی اور ان کو شہادت سے سرفراز کرنے کی وجہ سے خاموشی اختیار فرمائی اور ظاہری اسباب کو نہ اختیار فرمایا مثلاً ان کی حفاظت کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا نہ فرمائی جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کے خبر دینے سے حضرت عمر اور عثمان رضی اللہ تعالی عنہما کو خود اپنی شہادت کا علم تھا باوجود علم کے نہ خود طویل عمر کی دعا کی اور نہ اللہ کے حبیب کی جناب میں دعا کی درخواست کی، اللہ سبحانہ وتعالی کی مرضی کے آگے خاموش رہے اور خاموش رہنا علم کے نہ ہونے کی دلیل نہیں، ہار کی تلاش کے لیے رکنے کی برکت یہ ظاہر ہوئی کہ اللہ تعالی نے تیمم کی آیات نازل فرماکر تا قیامت مسلمانوں کے لیے آسانی فرمادی اس حکمت کے پیش نظر خاموشی اختیار فرمائی اور خاموشی عدمِ علم کی دلیل نہیں، اسی طرح آنے والے سے غلام ہونے یا نہ ہونے کا سوال کرنا بھی علم کی نفی نہیں کرتا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا موسیٰ علیہ السلام سے عصا کے بارے میں پوچھنا اور صحابۂ کرام کو دین سکھانے کی غرض سے جبرئیل علیہ السلام کا رسول اللہ ﷺ سے شکل انسانی میں آکر سوال کرنا چنانچہ غلام ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں دریافت کرنا صحابۂ کرام کی تعلیم کی غرض سے بھی ہوسکتا ہے، اسی طرح فیصلوں میں گواہوں کو طلب کرنا اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ فیصلہ کرنے والے کو معاملے کا علم نہیں خاص طور پر وہ ذات گرامی

جو باطنی اور ظاہری علوم کائنات کو سکھانے کے لیے تشریف لائے ہوں، اس کی واضح اور بیّن دلیل وہ حدیث شریف ہے جسے اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ بمع تخریج محدثین سے نقل فرماتے ہیں:

ابو یعلی اور شاشی اور طبرانی معجم کبیر اور حاکم مستدرک میں، ضیائے مقدسی صحیح مختارہ میں محمد بن حاطب اور حاکم بافادہ تصحیح ان کے بھائی حارث بن حاطب رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی:

قَالَ: أُتِيَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِلِصٍّ وَأَمَرَ بِقَتْلِهِ، فَقِيلَ لَهُ: إِنَّهُ سَرَقَ، فَقَالَ: ((اقْطَعُوهُ))، ثُمَّ أُتِيَ بِهِ بَعْدُ إِلَى أَبِي بَكْرٍ وَقَدْ سَرَقَ، وَقَدْ قُطِعَتْ قَوَاءِمُهُ، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ: مَا أَجِدُ لَكَ شَيْءً إِلا مَا قَضَى فِيكَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ أَمَرَ بِقَتْلِكَ، فَإِنَّهُ كَانَ أَعْلَمَ بِكَ، ثُمَّ أَمَرَ بِقَتْلِهِ.

("المعجم الكبير"، رقم الحديث: (۹۰۴۳)، ج ۳، ص ۹۷۲).

ترجمہ: کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک چور لایا گیا، آپ نے فرمایا: اس کو قتل کر دو، عرض کی گئی کہ اس نے چوری ہی تو کی ہے، فرمایا: اس کا ہاتھ کاٹ دو پھر اسے صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس اس حال میں لایا گیا کہ اس کے تمام ہاتھ پاؤں کاٹے جا چکے تھے، آپ نے فرمایا: مَیں اس کے بغیر تیرا علاج نہیں جانتا جو رسول اللہ ﷺ نے تیرے بارے میں فیصلہ فرمایا تھا کہ اس کو قتل کر دو، وہ تیرا حال خوب جانتے تھے چنانچہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے قتل کا حکم دیا۔

("الفتاوی الرضویّۃ"، ج۹۲، ص۱۳۵ [رضا فاؤنڈیشن لاہور]).

اس حدیث سے صاف طور پر معلوم ہوا کہ جناب رسالت مآب ﷺ کبھی ظاہری علم شریعت کے اصولوں کے مطابق بھی فیصلہ فرماتے تھے اور کبھی اپنے خداداد علم باطنی سے بغیر گواہ طلب کیے بھی فیصلہ فرماتے، اس قسم کے تمام واقعات میں اور بالخصوص مذکورہ بالا مثالوں کی اگرچہ تاویل ممکن ہے لیکن اس کے باوجود بھی کوئی تاویل نہ کرے اور کہے کہ ستر قاریوں کی شہادت، غلام ہونے نہ ہونے کے بارے میں دریافت کرنا، ہار کی تلاش، فیصلوں میں گواہان کی طلبی، بیانِ احکام کے لیے انتظار وحی سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کو ہر ہر واقعے کا علم نہیں دیا گیا تھا تو اس قسم کے دلائل

بیان کرنے والوں کو امام اہلسنت نے ایک ہی جواب دیا ہے اور تمام اہلسنت کی نمائندگی کرتے ہوئے مختلف فتاوی میں اپنا جو دعویٰ اور عقیدہ بیان کیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ **اور اس قسم کے تمام واقعات ہمارے دعوے کے خلاف نہیں ہمارا تو یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو روزِ اوّل سے روزِ قیامت تک کے تمام واقعات کا علم نزولِ قرآن کے ضمن میں تدریجاً تیئیس سال میں عطا فرمایا، نزولِ قرآن کی تکمیل کے ساتھ آپ ﷺ کے علم ماکان ومایکون کی تکمیل ہوئی، نزول قرآن کے تمام ہونے سے پہلے کسی واقعہ یا معاملہ کا علم نہ دیا جانا ہمارے دعوے کے خلاف نہیں۔**

علمِ غیب کے بارے میں مزید چند گزارشات

بعض لوگ انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام اور اُن کے فیضان سے اولیاء رحمہم اللہ کو ملنے والے علمِ غیب کا انکار کرنے کے لیے اس طرح کہتے ہیں کہ جب اللہ عزوجل نے انہیں بتادیا تو غیب غیب ہی نہ رہا، جواباً گزارش ہے کہ بیشک انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام اور اولیاء کرام رحمہم اللہ کو جن غیبی چیزوں کے بارے میں بتایا گیا ہے وہ ان کے لیے تو چھپی ہوئی نہیں ہیں لیکن ان حضرات کے علمِ غیب کو ہم اپنے اعتبار سے علمِ غیب کہتے ہیں یعنی جو چیزیں ہم سے غیب یعنی چھپی ہوئی ہیں، ان کو یہ حضرات جانتے ہیں جیسے اللہ عزوجل ہر قسم کے غیب کو جانتا ہے، اس سے کچھ بھی پوشیدہ نہیں پھر بھی اللہ عزوجل نے قرآنِ عظیم میں ہمارے اعتبار سے اپنی ذات کے لیے (عالم الغیب والشھادۃ) فرمایا ہے، یعنی جو ہم سے پوشیدہ ہے جو ہم سے غیب ہے وہ اسے ازل سے جانتا ہے چنانچہ امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

(عالم الغیب والشھادۃ) أي: ما یغیب عنکم وما تشھدونه یقال لشيء: غیب وغائب باعتبارہ بالناس لا باللہ؛ فإنّه لا یغیب عنه شيء.

ترجمہ: ہر ظاہر اور پوشیدہ کا جاننے والا یعنی جو کچھ تم لوگوں پر ظاہر اور پوشیدہ ہے، کسی چیز کو غیب یا غائب لوگوں کے اعتبار سے کہا جاتا ہے، اللہ عزوجل کے اعتبار سے نہیں اس لیے کہ اس کی ذات سے کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں۔

("مفردات ألفاظ القرآن"، ص٦١٦).

قرآنِ عظیم میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ جہاں اپنی ذات کے لیے ہمارے اعتبار سے (عالم الغیب والشھادۃ) فرمایا ہے، وہیں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ہمارے اعتبار سے رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے علمِ غیب کو غیب ہی کہا ہے، چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

(وَمَا هُوَعَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ) [التکویر: ۲۴].

ترجمۂ کنزالایمان: اور یہ نبی غیب بتانے میں بخیل نہیں۔

بخیل اسے کہتے ہیں جس کے پاس کوئی چیز ہو اور اس میں بخل کرتے ہوئے کسی دوسرے کو نہ دے ، جس کے پاس کوئی چیز ہی نہ ہو اس سے بخل کی نفی کرنا درست نہیں کہ ہو سکتا ہے کہ مال ہاتھ آجائے تو کسی دوسرے کو نہ دے، سرکارِ دوعالم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم علمِ غیب رکھتے ہیں اور بتانے میں بخل نہیں فرماتے، غیب کی باتیں بتانے میں بخل نہ کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو علمِ غیب دیا گیا ہے۔

اس آیت کے تحت "تفسیرِ جلالین" میں ہے:

(وما هو) أي: محمّد (على الغيب) ما غاب من الوحي وخبر السماء (بضنين) أي: ببخيل فينقص شيئاً منه.

ترجمہ: وہ یعنی محمد (صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم) غیب بتانے پر ضنین نہیں یعنی بخیل نہیں کہ وحی اور آسمانی خبروں میں تھوڑا سا بھی گھٹائیں۔

("تفسير جلالين"، ص ٧٨٥)

مفسّر صاوی "تفسیر جلالین" کے حاشیہ میں فرماتے ہیں:

قوله: (أي: ببخيل) أي: فلا يبخل به عليكم، بل يخبركم به على طبق ما أمر.

ترجمہ: ان کا کہنا: (ببخیل) اس سے مراد یہ ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم تمہیں غیب بتانے میں بخل نہیں کرتے بلکہ جتنا آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو حکم کیا جاتا ہے اُس کے مطابق غیب کی خبریں دیتے ہیں اور کچھ چھپاتے نہیں۔

("حاشية الصاوي"، ج٦، ص ٢٣٤٢، و"الفتوحات الإلٰهية"، ج٨، ص ٢٥٧)

مزید تفسیری حوالہ جات ملاحظہ کریں، مندرجہ ذیل تفاسیر میں تمام مفسّرین نے متّفقہ طور پر صراحت کی ہے کہ آیتِ کریمہ (وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ) میں (هُوَ) سے مراد رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی ذاتِ گرامی مراد ہے:

(۱) "تفسیر بیضاوی"، ج۵، ص ۴۵۴۔

(۲) ”روح المعانی“،ج۱۵،ص۱۰۶۔

(۳)”تفسیر کبیر“،ج۱۱،ص۷۰۔

(۴) ”تفسیر مدارک“،ج۲،ص۱۸۷۔

(۵)”تفسیر ابن کثیر“،ج۴،ص۱۹۴۔

(۶) ”تفسیر خازن“،ج۴،ص۳۸۳۔

بعض لوگ سرکارِ دوعالم ﷺ کے علمِ غیب عطائی کے انکار کے لیے اس طرح کہتے ہیں کہ ہمارے نبی پاک ﷺ کو غیب کی خبر یا غیب کی اطلاع تھی، غیب کا علم نہیں تھا، اُن کے نزدیک رسول اللہ ﷺ کے لیے علمِ غیب عطائی کا لفظ استعمال کرنا شرک ہے جبکہ اطلاع علی الغیب (غیب پر اطلاع) یا اخبار بالغیب یعنی غیب کی خبر دینا وغیرہ الفاظ استعمال کرنا شرک نہیں ہیں، ایسے لوگوں کو چاہیے کہ سب سے پہلے یہ بتائیں کہ اطلاع علی الغیب یا اخبار بالغیب اور علمِ غیب میں ایسا کون سا فرق ہے جس کی وجہ سے ایک لفظ شرک ہے اور دوسرا نہیں؟ کیا خبر دینے سے علم حاصل نہیں ہوتا؟ اتنا تو ہر شخص جانتا ہے کہ اَخبار جس میں خبریں ہوتی ہیں پڑھنے سے حالات کا علم ہوتا ہے، میں اگر اپنے رازِ دلی کا آپ پر اظہار کروں تو آپ کو میرے رازِ دلی کا علم ہو جائے گا، اسی طرح کسی کے موت کی آپ کو اطلاع اگر دی جائے تو آپ کو اسکی موت کا علم ہو جائے گا تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اللہ عزوجل نبی پاک ﷺ کو غیب کی اطلاع دے یا غیب کی خبر دے یا غیب کا اظہار کرے اور آپ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کو غیب کا علم نہ ہو، اس کا جواب مخالفین پر ہے کہ وہ قیامِ قیامت سے پہلے پہلے بتادیں کہ میری اطلاع، میرے اظہار اور میرے خبر دینے سے کسی عام شخص کو علم ہو جائے اور اللہ تبارک وتعالی کے اطلاعِ غیب، اظہارِ غیب، اخبارِ غیب سے اللہ عزوجل کے محبوب ﷺ کو علمِ غیب عطائی نہ ہو؟! یا للعجب! لضیعة الأدب۔

نیز منکرین اس بات کا بھی جواب قیامت سے پہلے تیار کر لیں کہ اگر اللہ عزوجل کے سوا کسی کے لیے علمِ غیب کا لفظ استعمال کرنا شرک ہے تو درج ذیل مفسّرین وعلماء پر کیا فتوی لگائیں گے کہ انہوں نے سیّدنا رسول اللہ ﷺ اور آپ کے

فیضان سے اولیاء کے لیے علمِ غیب کا لفظ استعمال کیا ہے، اگر تعصّب کی عینک اُتار کر دل کی آنکھوں سے درج ذیل چند عبارتیں جسے امامِ اہلسنت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے رسالۂ مبارکہ "خالص الاعتقاد" میں جمع فرمایا ہے، جسے اصل کتب سے فقیر راقم الحروف مراجعت کرکے آپ کی جناب میں بمع حوالہ جات پیش کررہا ہے ملاحظہ فرمائیں آپ کو اِن شاء اللہ " علمِ غیب" کا لفظ آسانی سے نظر آجائے گا:

1) "تفسیرخازن" میں اللہ عزوجل کے فرمانِ مقدّس (وَمَا ہُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ) [التکویر: ۲۴] کے تحت ہے:

إنّہ یأتیہ علم الغیب ولا یبخل بہ علیکم ویخبرکم بہ ولا یکتمہ.

("تفسیر خازن"، ج۴، ص۳۹۹.)

ترجمہ: مراد یہ ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے پاس علمِ غیب آتا ہے تو تمہیں بتانے میں بخل نہیں فرماتے بلکہ تمہیں اُس (علمِ غیب) کی خبر دیتے ہیں۔

2) "تفسیرِ مدارک" میں اسی آیت کے تحت لکھتے ہیں:

بل یعلّمہ کما علِم.

("تفسیر مدارک"، ج۲، ص۷۸۱)

یعنی حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم علمِ غیب سکھاتے ہیں جیسا کہ آپ نے جانا۔

اس آیت اور اُس کی تفسیر سے معلوم ہوا کہ اللہ عزوجل کی عطا سے رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم لوگوں کو علمِ غیب سکھاتے ہیں اور سکھائے گا وہی جو خود بھی جانتا ہو۔

3) ”تفسیرِ بیضاوي“ میں اللہ عزوجل کے فرمان: (وَعَلَّمۡنَٰهُ مِن لَّدُنَّا عِلۡمٗا) [الکہف: ٥٦]ترجمہ: ”اور اسے اپنا علم لدنی عطا کیا“، کے تحت ہے:

أي: ممّا یختصّ بنا ولا یعلم إلّا بتوفیقنا وھو علم الغیب۔

(”تفسیر بیضاوي“، ج١، ص٧٨٢).

ترجمۂ تفسیر: مرادِ الٰہی یہ ہے کہ وہ علم جو ہمارے ساتھ خاص ہے بغیر ہمارے بتائے معلوم نہیں ہو سکتا وہ علمِ غیب ہے، جو ہم نے (خضر علیہ السلام کو) عطا فرمایا۔

4) ”تفسیرابن جریر“ میں سیّدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے:

(قَالَ إِنَّكَ لَن تَسۡتَطِيعَ مَعِيَ صَبۡرٗا) [الکھف: ٦٧] وکان رجل یعلم علم الغیب قد علم ذلك.

(”جامع البیان عن تأویل آي القرآن“،للإمام ابن جریر الطبريّ، الکہف، تحت الآیتین: ٥٦،٤٦، ج٩، الجزء ٥١، ص٤٣٧).

ترجمہ : حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا آپ میرے ساتھ نہ ٹھہر سکیں گے، حضرت خضر علیہ السلام ایسے شخص تھے جو علمِ غیب جانتے تھے۔

5) اسی تفسیر میں ہے کہ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: حضرت خضر علیہ السلام نے کہا:

لم تحط من علمِ الغیب بما أعلم۔

(”جامع البیان عن تأویل آي القرآن“، للإمام ابن جریر الطبريّ، الکہف، تحت الآیتین: ٥٦،٤٦، ج٩، الجزء ٥١، ص٤٣٧).

ترجمہ: آپ نے وہ علمِ غیب نہ جانا جسے مَیں جانتا ہوں۔

6) مولانا علی قاری "مرقاۃ شرح مشکاۃ شریف" میں "کتابِ عقائد" تالیفِ حضرت شیخ ابو عبد اللہ شیرازی سے نقل فرماتے ہیں:

نعتقد أنّ العبد ينقل فی الأحوال حتّی يصير إلی نعت الروحانيّة فيعلم الغيب.

("مرقاة المفاتيح"، كتاب الإيمان، الفصل الأول، ج۱، ص۸۲۱).

ترجمہ: ہمارا عقیدہ ہے کہ بندہ ترقیِ مقامات پا کر صفتِ روحانی تک پہنچتا ہے اس وقت اسے علمِ غیب حاصل ہوتا ہے۔

7) شیخ الاسلام علامہ احمد بن محمد المعروف ابنِ حجر ہیتمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۹۷۴ ہجری، جو دسویں صدی میں مکّۂ معظمہ میں شافعیہ کے مفتی تھے اپنی مشہور و معروف کتاب "فتاوی حدیثیۃ" میں انبیاء علیھم الصلاۃ والسلام اور اولیاء رحمھم اللہ کے لئے علمِ غیب کے بارے میں ایک نہایت مفید بات ارشاد فرمائی، آپ علیہ الرحمہ سے سوال کیا گیا:

من قال أن المؤمن يعلم الغيب هل يكفّر؟

ترجمہ: جو کہے کہ مومن غیب جانتا ہے کیا ایسا کہنے والے کو کافر کہا جائے گا؟

آپ علیہ الرحمہ نے اس سوال کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ ایسے شخص سے اسکی نیّت کے بارے میں پوچھا جائے اور وہ اگر اس طرح کہے:

أردتُ بقولی: "المؤمن يعلم الغيب" أنّ بعض الأولياء قد يعلمه الله ببعض المغيبات قُبل منه ذلك، لأنّه جائز عقلاً وواقع نقلاً؛ إذ هو من جملة الكرامات الخارجة عن الحصر علی ممرّ الأعصار، فبعضهم يعلمه بخطاب وبعضهم يعلمه بكشف حجاب وبعضهم يكشف له عن اللوح المحفوظ حتّی يراه.

("الفتاوی الحديثية"، ص۴۱۰).

ترجمہ: میرے کہنے کی مراد یہ تھی کہ مومن غیب جانتا ہے (اس طرح کہ) اللہ تعالیٰ بعض اولیاء کو بعض غیب کی باتوں کا علم دیتا ہے تو اس کی یہ بات قبول کی جائے گی کیونکہ یہ عقلاً جائز اور نقلاً واقع ہے، ان واقعات کا تعلّق کرامات میں سے ہے، ہر

دَور میں اولیاء کے غیبی خبریں دینے کے واقعات اتنے ہو چکے ہیں کہ گنے نہیں جاسکتے، ان میں سے بعض کو علمِ غیب خطاب سے دیا جاتا ہے، بعض اولیاء کے لیے کشفِ حجاب سے اور بعض اولیاء کے لئے لوحِ محفوظ سے پردہ اٹھادیا جاتا ہے حتی کہ وہ اسے دیکھ لیتے ہیں۔

عجب نہیں کہ لکھا لوح کا نظر آئے
جو نقش پا کا لگاؤں غبار آنکھوں میں

مذکورہ بالا علماء کی عبارات سے یہ بات اظہر من الشمس ہوئی کہ رسول اللہ ﷺ کے لیے علمِ غیب کا لفظ استعمال کرنا ہرگز ہرگز کفروشرک نہیں۔

غیر اللہ کے لیے عطاءِ الٰہی کے ذکر بغیر علمِ غیب کی نسبت کرنا مکروہ ہے

اللہ عزوجل کے علاوہ کسی کے لیے عطاءِ الٰہی کے ذکر کے بغیر علمِ غیب کی نسبت مکروہ ہے یعنی اس طرح نہیں کہنا چاہیے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو علمِ غیب ہے بلکہ اس طرح کہنا چاہیے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ عزوجل کی عطا سے علمِ غیب ہے، یہ کراہت اس لیے ہے کہ سننے والوں کو بد گمانی نہ ہو اور وہ شک میں نہ پڑے کہ یہ عطائی علم غیب مانتا ہے یا ذاتی؟ حالانکہ کوئی مسلمان ذاتی علم غیب اللہ عزوجل کے علاوہ کسی کے لیے ثابت نہیں کرتا لیکن پھر بھی ایسے کام سے بچنا چاہیے جس سے دوسرے مسلمان کو بد گمانی ہو سکتی ہو اور جب اس طرح کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ عزوجل کی عطا سے علمِ غیب ہے تو اب کراہت نہ رہی کہ کراہت کی علت و سبب عطائے الٰہی کا ذکر نہ کرنا اور اس کی وجہ سے بد گمانی کا امکان تھا اور وہ اس جملے میں نہیں کہ بولنے والے نے عطا کی تصریح کر دی جیسا کہ امام اہلسنت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ علامہ سید شریف قدس سرّہ کے حوالے سے نقل فرماتے ہیں:

أما إذا قيّد وقيل: أعلمه الله تعالى الغيب أو أطلعه عليه فلا محذور فيه.

ترجمہ: اگر کلام میں کوئی قید لگا دی جائے اور اس طرح کہا جائے کہ اسے اللہ نے غیب کا علم دیا ہے یا اللہ نے غیب کی اطلاع دی ہے تو اس میں کوئی ممانعت نہیں۔

("الفتاوی الرضویۃ"، ج۹، ص۴۰۶).

اگر مخالفین محبوبانِ خدا کے لیے اللہ عزوجل کی عطا سے علمِ غیب ماننے کو شرک کہنے کے بجائے اگر اس طرح کہتے: انبیاء اور اولیاء کے لیے اللہ عزوجل کی عطا سے علمِ غیب ماننا شرک تو نہیں ہے لیکن چونکہ علم غیب کا لفظ استعمال کرنے میں ذاتی اور عطائی دونوں پہلو نکلتے ہیں لہذا عطا کی تصریح کیے بغیر محبوبانِ خدا کے لیے علمِ غیب کی نسبت کرنا مکروہ یعنی شرعاً ناپسندیدہ ہے لہذا بجائے علمِ غیب کے اطلاع علی الغیب، اخبارِ غیب یا اظہارِ غیب کہنا بہتر ہے"۔

تو ہمارا ان سے کوئی اختلاف نہ ہوتا،

ہمارا مخالفین سے اختلاف اسی بنیاد پر ہے کہ وہ انبیاء و اولیاء کے لیے **اللہ** عزوجل کی عطا سے علمِ غیب کی نسبت کرنے والے مسلمان کو مشرک کیوں ٹھہراتے ہیں؟

جب ایک مسلمان اپنی زبان سے ہمارے سامنے **اللہ** عزوجل کی عطا سے علمِ غیب ماننے کی صراحت کر رہا ہے تو ہم بھلا کیسے کہہ سکتے ہیں کہ یہ شخص اللہ عزوجل کی عطا کے بغیر رسول اللہ ﷺ کے لیے ذاتی علمِ غیب مانتا ہے؟!

عالم الغیب صرف اللہ عزوجل کو کہا جائے گا

چند الفاظ ایسے ہوتے ہیں جو صرف **اللہ** عزوجل کے لئے استعمال ہوتے ہیں، بارگاہِ الٰہی عزوجل کے انتہائی ادب کی وجہ سے کسی اور کے لیے استعمال نہیں ہوتے جیسے لفظِ رحمن، لغوی لحاظ سے اس کے معنٰی ہیں بہت زیادہ رحم کرنے والا، حالانکہ رسول اللہ ﷺ مخلوق میں سب سے زیادہ رحمت فرمانے والے ہیں یہاں تک کہ آپ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ و سلّمکو قرآنِ عظیم نے رؤف رحیم اور رحمۃ للعالمین فرمایا لیکن ہم سب جانتے ہیں حضور ﷺ کے لیے رحمن کا لفظ نہیں بولا جاتا بلکہ رحمن صرف اللہ عزوجل کے لیے ہی استعمال ہوتا ہے، اسی طرح عالِم الغیب کا اطلاق صرف اللہ عزوجل کے لیے ہوگا، جیسا کہ امامِ اہلسنت اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

حضور اقدس ﷺ قطعاً بے شمار غیوب، ماکان ومایکون کے عالِم ہیں مگر عالم الغیب صرف **اللہ** عزوجل کو کہا جائے گا جس طرح حضور اقدس ﷺ قطعاً عزت وجلالت والے ہیں تمام عالَم میں اُنکے برابر کوئی عزیز و جلیل نہ ہے نہ ہو سکتا ہے مگر محمد عزوجل کہنا جائز نہیں بلکہ **اللہ** عزوجل و محمد ﷺ (کہا جائے گا)۔

("الفتاوی الرضویۃ"، ج۲۹، ص۴۰۵).

یہ سب **اللہ** عزوجل کے انتہائی ادب کی وجہ سے ہے، یہاں یہ بات یاد رہے کہ جس طرح لفظِ "الرحمن" اور "عزوجل" کا مخلوق کے لئے استعمال نہ ہونا اس بات کی دلیل نہیں بن سکتا کہ اب مخلوق میں **اللہ** عزوجل کی عطا سے کوئی رحمت کرنے والا، عزّت والا نہیں، اسی طرح لفظِ "عالم الغیب" کا نبی پاک ﷺ کے لیے استعمال

نہ ہونا اس بات کی دلیل نہیں بن سکتا کہ **اللہ** عزوجل نے آپ ﷺ کو علمِ غیب عطا نہیں فرمایا, یاد رکھیے بروزِ قیامت نجات کا دارو مدار پورے قرآنِ عظیم پر ایمان لانے پر ہے ,

جس قرآنِ عظیم میں یہ فرمایا گیا ہے:

(قُل لَّآ أَقُولُ لَكُمۡ عِندِي خَزَآئِنُ ٱللَّهِ وَلَآ أَعۡلَمُ ٱلۡغَيۡبَ) [الأنعام:٥٠]

ترجمہ: اے محبوب تم فرمادو میں تم سے نہیں کہتا میرے پاس **اللہ** کے خزانے ہیں اور نہ یہ کہوں کہ مَیں (آپ) غیب جان لیتا ہوں۔

اسی **اللہ** عزوجل کے سچّے کلام میں یہ بھی فرمایا گیا ہے:

(عَٰلِمُ ٱلۡغَيۡبِ فَلَا يُظۡهِرُ عَلَىٰ غَيۡبِهِۦٓ أَحَدًا إِلَّا مَنِ ٱرۡتَضَىٰ مِن رَّسُولٖ) [الجن: ٦٢].

ترجمہ : غیب کا جاننے والا تو اپنے غیب کو کسی پر ظاہر نہیں کرتا سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے۔

اور فرمایا گیا:

وَمَا هُوَ عَلَى ٱلۡغَيۡبِ بِضَنِينٖ [التکویر: ٤٢]

ترجمہ : اور یہ نبی غیب بتانے میں بخیل نہیں۔

ایمان والوں کی شان تو یہ ہے کہ وہ پورے قرآن پر ایمان رکھتے ہیں،

اللہ عزوجل نے آیات قرآن عظیم میں مخلوق سے جس علمِ غیب کی نفی کی ہے وہ علمِ غیب مخلوق میں سے کسی کے لئے ثابت نہیں ہو سکتا

اور

انبیاء کے لئے جس علمِ غیب کو ثابت کیا ہے اس علمِ غیب کا انکار نہیں ہو سکتا،

اس لیے کہ قرآنِ عظیم میں ایسا نہیں ہو سکتا کہ ایک مقام پر کسی چیز کا ثبوت ہو اور دوسرے مقام پر اسی چیز کا انکار ہو یعنی نفی اور اثبات دونوں ایک چیز پر وارد نہیں ہو سکتے،

لہٰذا ہمیں علمِ غیب کی تقسیم دو قسموں میں ماننی پڑے گی یعنی

(۱) علمِ غیب ذاتی

(۲) علمِ غیب عطائی،

ورنہ کلامِ الٰہی میں تضاد لازم آئے گا، پس ثابت ہوا کہ قرآنِ عظیم واحادیث یا اقوالِ علماء وفقہاء میں جہاں انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کے لئے علمِ غیب کی نفی کی گئی ہے، اس سے مراد قدیم، لامحدود اور ذاتی علمِ غیب ہے اور جہاں انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کے لئے علمِ غیب ثابت کیا گیا ہے وہاں عطائی علمِ غیب مراد ہے، قرآنِ عظیم میں اللہ عزوجل نے کہیں بھی یہ نہیں فرمایا کہ علمِ غیب ہم کسی نبی کو عطا نہیں کرتے یہ اہم نکتہ ہے جس پر ہمیں غور کرنا چاہیے، مسلمان انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام میں سے کسی کے لیے نہ ذاتی علمِ غیب مانتے ہیں اور نہ عطائی علمِ غیب کا انکار کرتے ہیں، اس بارے میں امامِ اہلسنت اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان علیہ الرحمۃ کا ایک نہایت ہی مفید ارشاد مع تشریح ملاحظہ فرمائیں چناچہ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

مخالفین کو تو محمد رسول اللہ ﷺ کے فضائل نے اندھا بہرا کر دیا ہے انہیں حق نہیں سوجھتا مگر تھوڑی سی عقل والا سمجھ سکتا ہے کہ یہاں کچھ بھی دشواری نہیں، علم یقیناً ان صفات میں سے ہے کہ غیرِ خدا کو بعطائے خدا مل سکتا ہے تو ذاتی وعطائی کی طرف اس (صفت علم) کا انقسام (تقسیم ہونا) یقینی، یوہیں محیط (ایسا علم جو تمام اشیاء کی تمام حالتوں کو اپنے اندر لیے ہوئے ہو) وغیر محیط کی تقسیم بدیہی (یعنی ایسی ہے کہ اسے سمجھانے کیلئے دلیل کی حاجت نہیں)۔

(رسالۂمبارکہ "خالص الاعتقاد"، "فتاوی رضویه"، ج۲۹، ص۴۴۴).

کلام امامِ اہلسنت رحمۃ اللہ علیہ کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ بات مسلّم ہے کہ علم ایسی صفت ہے جسے اللہ عزوجل اپنے بندوں کو عطا فرماتا ہے تو اللہ عزوجل کا علم ذاتی ہوا بندے کا علم عطائی، لہٰذا معلوم ہوا کہ علم دو قسم کا ہوتا ہے:

(۱)ذاتی (۲) عطائی

پھر یہ کہ جو علم بندے کو عطا ہوا وہ محیط ہوگا یا غیر محیط؟ یعنی وہ تمام چیزیں یہاں تک کہ جو قیامت کے بعد ہمیشہ ہمیشہ پیدا ہوتیں رہیں گی ان کی تمام حالتوں کو شامل ہوگا یا نہیں؟ ایسا علم مخلوق کو حاصل ہو ہی نہیں سکتا محیط علم صرف اللہ عزوجل ہی کے شایانِ شان ہے، تو یوں علم کی دو قسمیں اور حاصل ہوئیں:

(۱)محیط (۲)غیر محیط۔

اگر علم کی ان دو قسموں میں ہم ذرا سا غور کریں تو ہمیں یہ نتیجہ حاصل ہوگا کہ

وہ علم جو ذاتی اور محیط ہو تو ایسا علم صرف اللہ عزوجل کے لئے خاص ہے اور غیر اللہ کیلئے ناممکن ہے

اور

وہ علم جو عطائی ہو اور غیر محیط ہو تو ایسا علم صرف مخلوق کے لئے خاص ہے اور اللہ عزوجل کے لیے ناممکن ہے،

اسی بات کو امامِ اہلسنت رحمۃ اللہ علیہ یوں بیان فرماتے ہیں:

ان میں اللہ عزوجل کے ساتھ خاص ہونے کے قابل ہر تقسیم کی قسم اوّل ہے یعنی علمِ ذاتی اور علمِ محیط حقیقی تو آیات واحادیث واقوال علماء جن میں غیر اللہ کے لیے علمِ غیب سے انکار ہے، ان میں قطعاً یہی قسمیں مراد ہیں، فقہاء کہ حکمِ تکفیر کرتے ہیں (یعنی اگر کسی کو کافر کہتے ہیں) تو ان ہی قسموں پر حکم لگاتے ہیں (یعنی غیر اللہ کے لیے ذاتی اور محیط علم ماننے والوں ہی کو کافر کہتے ہیں) کہ مبنائے تکفیر یہی تو ہے کہ خدا کی صفتِ خاصہ دوسرے کے لیے ثابت کی۔

(رسالۂ مبارکہ ''خالص الاعتقاد''، ''فتاوی رضویہ''، ج۲۹، ص۴۴۴)

یعنی کسی کو کافر کہنے کی وجہ یہی ہے کہ کوئی اللہ عزوجل کے سوا کسی کے لیے ایسی صفت مانے جو اللہ عزوجل کے لیے خاص ہو تو اگر کسی نے بندے کے لیے ایسی صفت مانی جو بندوں کو نہ صرف مل سکتی ہے بلکہ بندوں ہی کے ساتھ خاص ہو تو اس میں کفر کی کونسی بات ہے؟!

امامِ اہلسنت مزید فرماتے ہیں:

اب دیکھ لیجیے کہ خدا کے لیے علم ذاتی خاص ہے یا عطائی؟ حاشاللہ (اللہ کی قسم یہ ہرگز نہیں ہو سکتا کہ علمِ عطائی اللہ عزوجل کے ساتھ خاص ہو) علمِ عطائی خدا کے ساتھ خاص ہونا درکنار، خدا کے لیے محالِ قطعی ہے کہ دوسرے کے دیئے سے اُسے علم حاصل ہو (یہ کیسے ہو سکتا ہے!؟) پھر (یہ دیکھ لیجیے) کہ خدا کے لیے علم محیط حقیقی خاص ہے یا غیر محیط!؟ حاشاللہ علمِ غیر محیط خدا کے لیے محالِ قطعی ہے کہ جس میں بعض معلومات مجہول رہیں (تو قابلِ غور بات یہ ہے کہ) علمِ عطائی غیر محیط حقیقی غیرِ خدا کے لیے ثابت کرنا خدا کی صفتِ خاصہ ثابت کرنا کیونکر ہوا؟

(رسالۂمبارکہ ”خالص الاعتقاد“، ”فتاوی رضویه“، ج۲۹، ص۴۴۴)

یعنی اللہ عزوجل کے سوا کسی کے لیے ایسی صفت ماننا شرک ہے جو اللہ عزوجل کے لیے ہی خاص ہو جیسے ذاتی و محیط علم کہ یہ اللہ عزوجل کے ساتھ خاص ہے، اللہ عزوجل کے سوا کسی کے لیے ثابت کرنا کُھلا شرک ہے اور جہاں تک غیر محیط، عطائی علم کا تعلق ہے تو یہ صفت اللہ عزوجل کی ہو ہی نہیں سکتی، ہاں غیر محیط اور عطائی علم تو بندے کا ہوتا ہے تو اگر کسی نبی یا ولی کے لیے غیر محیط اور عطائی علم جو بندے ہی کے ساتھ خاص ہے ثابت کیا جائے تو یہ کفر و شرک کیسے ہو سکتا ہے!؟

جب یہ بات عام آدمی سمجھ سکتا ہے تو فقہاءِ اسلام انبیاء کرام کے لیے عطائی غیر محیط علمِ غیب ماننے والے کو کیسے کافر کہہ سکتے ہیں؟

تو جہاں بھی فقہاء یا مفسّرین نے اس طرح فرمایا کہ جو غیر خدا کے لیے علمِ غیب مانے تو اُس نے کفر کیا تو اس سے یہی مراد ہے کہ جو غیر خدا کے لیے ذاتی، محیط علمِ غیب مانے وہ کافر ہے ورنہ خود مفسّرین انبیاء و اولیاء کے لیے علمِ غیب کا لفظ کیوں استعمال فرماتے جیسا کہ گزشتہ صفحات میں مفسّرین و علماء کی عبارتیں گزریں۔

منکرینِ علمِ غیبِ نبی ﷺ کے بارے میں شرعی حکم

جاننا چاہیے کہ عقائد تین طرح کے ہیں:

1) بعض عقائد ایسے ہوتے ہیں کہ جن کا تعلّق ضروریاتِ دین سے ہوتا ہے اور ان کا انکار کرنے والا کافر ہو جاتا ہے جیسے اللہ عزوجل کے ربّ ہونے یا ہمارے آقا محمد رسول اللہ ﷺ کے آخری نبی ہونے کا منکر کافر ہے۔

2) بعض عقائد ایسے ہوتے ہیں جو اہلسنت وجماعت میں اگرچہ پائے جاتے ہیں لیکن اُنکے دلائل ایسے قطعی ویقینی نہیں ہوتے کہ انکار کرنے والا کافر ہو؛ لہذا ایسے عقائدِ اہلسنت کے منکر کو گمراہ و بدمذہب کہا جاتا ہے، جیسے انبیاء کرام کے وصال کے بعد حیاتِ جسمانی کا انکار کرنے والا گمراہ کہلائے گا، کافر نہیں۔

3) بعض عقائد ایسے ہوتے ہیں کہ خود اہلسنت وجماعت میں ہی آپس میں اس بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے جیسے مُردوں کے سُننے اور شبِ معراج دیدارِ الٰہی عزوجل کے بارے میں صحابۂ کرام میں اختلاف رہا ہے تو اس تیسری قسم کے اختلاف کی وجہ سے کسی فریق کو گمراہ یا کافر نہیں کہا جاسکتا بلکہ دونوں ہی فریق صحیح العقیدہ مسلمان ہیں۔

علمِ غیب کے انکار کرنے والوں کی بھی تین قسمیں ہیں

پہلی قسم: وہ صورتیں جن میں مُنکرِ علمِ غیب کافر ہو جائے گا

جب رسول اللہ ﷺ کے علمِ غیب کا انکار کرنے والا ضروریاتِ دین کا انکار کرے تو ایسا منکر کافر ہو جائے گا، شروعِ مقدّمہ میں آپ جان چکے کہ ذاتی علمِ غیب صرف اور صرف اللہ عزوجل کو ہے، یہ ضروریاتِ دین میں سے ہے اور بلاشبہ غیرِ خدا کے لیے جو ایک ذرے کا علم ذاتی مانے وہ کافر ہے، اسی طرح یہ بھی ضروریاتِ دین میں سے ہے اور اس پر اجماع ہے کہ اللہ عزوجل کے دیئے سے انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام کو کثیر و وافر غیبوں کا علم ہے تو جو علمِ غیب مصطفی ﷺ کا مُطلقاً انکار کرے یعنی اس طرح کہے کہ نبی پاک ﷺ کو کسی طرح علمِ غیب نہیں تو ایسا شخص کافر ہے کہ سرے سے نبوّت ہی کا مُنکر ہے، نبی کریم علیہ افضل الصلاۃ والتسلیم کے علمِ غیب کا مطلقاً انکار کرنے والوں کو خود قرآن کریم و فرقان عظیم کافر فرمارہا ہے چنانچہ "تفسیر درّ منثور" میں ہے، امام بخاری و مسلم اور ائمہ محدثین کے استاذ ابو بکر بن ابی شیبہ حضرت سیّدنا امام مجاہد سے روایت کرتے ہیں اور امام مجاہد حضرت عبد اللہ بن عبّاس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے خاص شاگرد ہیں چنانچہ امام مجاہد روایت کرتے ہیں:

عن مجاهد فی قوله تعالی: (وَلَءِن سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ) قال: قال رجل من المنافقين: يحدّثنا محمّد: أنّ ناقة فلان بوادی كذا وكذا، وما يدريه بالغيب؟

("الدرّ المنثور في التفسير المأثور"، التوبة، تحت الآية:٥٦، ج٤، ص٠٣٢).

ترجمہ: منافقین میں سے ایک شخص نے کہا کہ محمد (ﷺ) غیب کیا جانیں!؟ اس پر اللہ عزوجل نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی: (وَلَءِن سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ قُلْ أَبِاللهِ وَآيَاتِهِ وَرَسُولِهِ كُنتُمْ تَسْتَهْزِءُونَ لاَ تَعْتَذِرُوا قَدْ كَفَرْتُم بَعْدَ إِيمَانِكُمْ) [التوبة:٥٦،٦٦]

ترجمۂ آیت: اور اے محبوب اگر تم ان سے پوچھو تو کہیں گے کہ ہم تو یونہی ہنسی کھیل کر رہے تھے تم فرماؤ کیا اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول سے ہنستے ہو، بہانے نہ بناؤ، تم کافر ہو چکے مسلمان ہو کر۔

دوسرا یہ کہ اس بات پر بھی اجماع ہے کہ ہمارے آقا محمد رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا علم تمام مخلوق بلکہ تمام انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام سے زیادہ ہے، اللہ عزوجل کی عطا سے حبیبِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو اتنے غیبوں کا علم ہے جن کا شمار اللہ عزوجل ہی جانتا ہے، یہ عقیدہ بھی ضروریاتِ دین سے ہے تو جو گستاخ و بے ادب ابلیس لعین کے لیے سرکارِ دو عالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے زیادہ علم مانے یقیناً وہ کافر و مرتد ہے اور اس سے بڑھ کر کفر یہ ہے کہ ہمارے پیارے آقا محمد رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے علمِ غیب کو پاگل، بچے اور چوپائے جیسا علمِ غیب کہے تو یہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی جناب میں کھلی گستاخی ہے، ان کلمات کے کفر ہونے میں کس مسلمان کو شک ہو سکتا ہے؟!

حیرت بالائے حیرت ہے کہ شیطان و ملک الموت، بچوں پاگلوں اور چوپایوں کے لئے علمِ غیب بتاتے وقت ان گستاخ و بے ادبوں کو نفی علمِ غیب والی آیات واحادیث واقوالِ فقہاء یاد نہیں آئے سرکار دوعالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی شان میں گستاخی اور علمِ غیب کا انکار کرنے کے لئے سب کچھ یاد آ جاتا ہے۔

آپ کہیں گے کہ ایسی عبارتیں کس کتاب میں اور کس شخص نے لکھی ہیں؟
اس سلسلے میں اگر آپ اسکی تفصیلی معلومات چاہتے ہیں تو امامِ اہلسنت کی شہرۂ آفاق تصنیفِ "تمہید الایمان" بمع "حسام الحرمین" کا ضرور مطالعہ فرمائیں۔

دوسری قسم : علومِ خمسہ کے بارے میں عقیدہ

(۱) قیامت کب واقع ہوگی؟

(۲) بارش کب ہوگی ؟

(۳) ماں کے پیٹ میں کیا ہے؟

(۴) انسان کل کیا کرے گا ؟

(۵) کون شخص کس جگہ مرے گا؟

یہ وہ پانچ امور ہیں جن کے علم کو علومِ خمسہ کہتے ہیں، ان کا ذاتی علم **اللّٰہ** عزوجل کے ساتھ خاص ہے، **اللّٰہ** عزوجل کی عطا کے بغیر ان پانچ چیزوں میں سے کسی بات کا علم مخلوق میں سے ہر گز کسی کو حاصل نہیں ہو سکتا جو کوئی **اللّٰہ** عزوجل کی عطا کے بغیر علومِ خمسہ میں سے ذرے برابر کے علم کو مخلوق میں سے کسی کے لئے ثابت کرے تو وہ کافر و مرتد ہے جیسا کہ **اللّٰہ** عزوجل نے فرمایا ہے:

(إِنَّ اللهَ عِندَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَداً وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ إِنَّ اللهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ) [لقمان : ۳۴]

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک اللہ کے پاس ہے قیامت کا علم اور اُتارتا ہے مینھ اور جانتا ہے جو کچھ ماؤں کے پیٹ میں ہے اور کوئی جان یہ نہیں جانتی کہ کل کیا کمائے گی اور کوئی جان یہ نہیں جانتی کہ کس زمین میں مرے گی، بے شک **اللّٰہ** جاننے والا بتانے والا ہے۔

اسکی تفسیر میں مفسر صاوی متوفی ۱۴۲۱ سن ہجری فرماتے ہیں:

أي: حيث من ذاتها، وأمّا بإعلام الله عزوجل للعبد فلا مانع منه كالأنبياء والأولياء.

("تفسير صاوي"، ج۵، ص۳۱).

ترجمہ: اس آیت میں غیر اللہ سے (پانچ باتوں کے علم) کی نفی ذاتی حیثیت سے کی گئی ہے جبکہ اللہ عزوجل کے سکھانے سے اسکے بندوں کو یہ علوم ہوسکتے ہیں، اس میں کوئی مانع نہیں جیسے انبیاء اور اولیاء۔

مفسّر ابن کثیر اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

هذه مفاتيح الغيب التى استأثر الله عزوجلّ بعلمها، ولا يعلمها أحد إلا بعد إعلامه تعالى بها.

("تفسير ابن كثير"، ج۳، ص۵۵۴)

ترجمہ: یہ علومِ خمسہ غیب کی کنجیاں ہیں، جس کا علم اللہ عزوجل نے اپنی ذات کے ساتھ خاص کر لیا ہے، انہیں کوئی نہیں جانتا سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ اس کا علم کسی کو عطا فرمادے۔

اس آیت کے تحت صدر الافاضل نعیم الدین مراد آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

غرض یہ کہ بغیر اللہ تعالیٰ کے بتائے ان چیزوں کا علم کسی کو نہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے محبوبوں میں سے جسے چاہے بتائے اور اپنے پسندیدہ رسولوں کو بتانے کی خبر خود اسنے سورۂ جن میں دی ہے خلاصہ یہ ہے کہ علمِ غیب اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے اور انبیاء واولیاء کو غیب کا علم اللہ تعالیٰ کی تعلیم سے بطریقِ معجزہ وکرامات عطا ہوتا ہے یہ اس اختصاص کے منافی نہیں اور کثیر آیتیں اور حدیثیں اس پر دلالت کرتی ہیں، بارش کا وقت، حمل میں کیا ہے؟ اور کوئی کل کو کیا کرے اور کہاں مرے گا؟ ان امور کی خبریں بکثرت انبیاء و اولیاء نے دی ہیں قرآن وحدیث سے ثابت ہیں، حضرت ابراہیم علیہ السلام کو فرشتوں نے حضرت اسحاق علیہ السلام کے پیدا ہونے کی اور حضرت ذکریا علیہ السلام کو حضرت یحییٰ علیہ السلام کے پیدا ہونے کی اور حضرت مریم کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیدا ہونے کی خبریں دیں تو ان فرشتوں کو بھی پہلے

سے معلوم تھا کہ ان حملوں میں کیا ہے اور ان حضرات کو بھی جنہیں فرشتوں نے اطلاعیں دیں تھیں اور سب کا جاننا قرآنِ کریم سے ثابت ہے تو آیت کے معنی قطعاً یہی ہیں کہ بغیرِ اللّٰہ تعالیٰ کے بتائے کوئی نہیں جانتا اس کے یہ معنی لینا کہ اللّٰہ تعالیٰ کے بتانے سے بھی کوئی نہیں جانتا محض باطل اور صدہا آیات اور احادیث کے خلاف ہے۔

(''خزائن العرفان في تفسير القرآن''، ص۱٦٦)

علومِ خمسہ کے بارے میں امامِ اہلسنت نے اپنے رسالۂ مبارکہ ''خالص الاعتقاد'' میں جو تفصیل بیان فرمائی ہے اسکا خلاصہ درج ذیل ہے:

1) اہلسنت وجماعت کا اس پر اجماع ہے کہ علومِ خمسہ میں سے بہت سارے واقعات کا علم دیگر انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام اور خاص طور پر سید المحبوبین، جناب رحمۃ للعلمین ﷺ کو عطا ہوا ہے۔

2) اور اولیاء کرام رحمہم اللہ کو بھی کچھ واقعات کا علمِ غیب نبی کریم سرکارِ دوعالم ﷺ کے ذریعے ملتا ہے۔

توکوئی اس دوسری قسم کا انکار کرے اور کہے کہ نبیٔ پاک ﷺ کو علمِ غیب تو ہے لیکن علومِ خمسہ میں سے کسی واقعے کا علم آپ کو نہیں دیا گیا یا یوں کہے کہ رسول اللّٰہ ﷺ کے واسطے سے بھی اولیاء کرام کے لئے غیب پر اطلاع کا انکار کرے تو ایسا شخص گمراہ وبدمذہب ہے کہ بے شمار احادیث متواترۃُ المعنیٰ کا انکار کرتا ہے۔

نیز اہلسنت وجماعت کا اس بارے میں بھی اجماع ہے کہ اللّٰہ عزوجل کی عطا سے انبیاء اور انبیاء کے ذریعے سے اولیاء کے لیے علومِ خمسہ کو ثابت کرنا کفر و شرک نہیں تو جو لوگ اللّٰہ عزوجل کی عطا سے انبیاء اور اولیاء کے لیے علومِ خمسہ ماننے کفر وشرک سمجھتے ہیں، ایسے لوگ خود گمراہ وبددین ہیں۔

تیسری قسم : اس سے مراد وہ مسائل ہیں جن کے بارے میں اہلسنت وجماعت میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

اہلسنت وجماعت میں اس بات پر تو اتفاق ہے کہ اللہ عزوجل نے اپنے پیارے حبیب ﷺ کو علومِ خمسہ میں سے بعض واقعات کے بارے میں علم عطا فرمایا ہے لیکن اس بارے میں اہلسنت وجماعت میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ علومِ خمسہ میں سے قیامت تک کے تمام واقعات کا علم تفصیل کے ساتھ عطا فرمایا گیا ہے یا خاص خاص واقعات کا علم دیا گیا ہے، اس بارے میں بکثرت علماء اہلسنت، علماء باطن اور اولیاء کرام رحمھم اللہ اور انکی اتباع کرنے والے علماء کا یہ عقیدہ ہے:

1) روزِ اوّل سے قیامت تک تفصیل کے ساتھ سرکارِ دوعالم ﷺ کو علومِ خمسہ میں سے ہر ہر واقعہ کا علم اللہ عزوجل نے عطا فرمایا ہے۔

2) نیز لوحِ محفوظ میں جو کچھ ماکان ومایکون درج ہے (یعنی جو ہوا اور جو ہو گا) کا علم رسول اللہ ﷺ کو عطا فرمایا ہے۔

3) رسول اللہ ﷺ کو تعیّنِ وقت قیامت کا بھی علم ہے۔

4) حضور پُر نور ﷺ کو حقیقتِ روح کا بھی علم ہے۔

5) محبوب ﷺ کو قرآنِ عظیم کے تمام متشابہات کا علم ہے۔

توجو کوئی اس تیسری قسم میں سے کسی عقیدے کو نہ مانے مثلاً کہے: سرکارِ دوعالم ﷺ کو علومِ خمسہ میں سے جتنا اللہ عزوجل نے چاہا اتنا علم ہے، ہر ہر واقعے کا علم نہیں تو ایسا شخص معاذاللہ کافر تو در کنار گمراہ اور فاسق بھی نہیں اور اس عقیدے کی بناء پر اس کو شرمندہ تک نہیں کیا جائے گا بشرط یہ کہ دل میں پیارے مصطفٰے ﷺ کا کمال درجے کا ادب واحترام رکھتا ہو اور نہ ماننا اس وجہ سے ہو کہ اپنے خیال میں دلائل سے استدلال کو قوی نہ سمجھتا ہو اور نہ ماننا اس بیماری کی وجہ سے نہ ہو جو آج کل بدمذہبوں کے دلوں میں پائی جاتی ہے کہ نبی پاک ﷺ کی تعریف وثناء سُن کر جلتے ہیں، ہر بات میں

شانِ مصطفےٰ ﷺ گھٹانے کی کوشش کرتے ہیں، اللہ عزوجل کی عطا سے انبیاء واولیاء کے لیے علمِ غیب ماننے والوں پر کفر و شرک کے فتوے لگاتے ہیں، علومِ خمسہ تفصیلی کے بارے میں اگرچہ علماءِ اہلسنت میں اختلافات پائے جاتے تھے لیکن نہ ماننے والے علماء، ماننے والوں کو کافر یا مشرک نہیں سمجھتے تھے بلکہ اللہ عزوجل کی عطا سے علومِ خمسہ کے قائلین کو مسلمان ہی سمجھتے تھے ہاں اپنے آپ کو حق پر اور قائلین کو خطا پر ہونے کا خیال فرماتے تھے لہذا اگر کوئی بدمذہب عطائی علمِ غیب ماننے کی وجہ سے کسی مسلمان کو مشرک ثابت کرے تو وہ خود گمراہ ہے اور علمِ غیب کی بحث کرتے ہوئے کسی طرح اسکے کلام میں رسول اللہ ﷺ کی ادنیٰ سی گستاخی پائی جائے تو ایسے شخص کے کافر ہونے میں شک کرنا خود بہت بڑا کفر وارتداد ہے۔ نعوذ باللہ منہ

آخر میں ایک اہم بات ذہن نشین فرمالیں کہ گستاخ و بدمذہب سے تیسری قسم کے مسائل میں بالکل بحث نہ کی جائے کہ یہ تو ہم اہلسنت وجماعت کے آپس کے اختلافات ہیں، اُن سے پہلے تو صرف قسمِ اوّل اور پھر قسمِ ثانی میں بحث کی جائے یعنی انہیں تو سب سے پہلے ضروریاتِ دین اور ضروریاتِ اہلسنت کے بارے میں قائل کیا جائے کہ پہلے تم پیارے حبیب ﷺ کے لیے مطلقاً علمِ غیب کے انکار والی گستاخی سے باز آکر مسلمان تو ہو جاؤ، اللہ کی عطا سے انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کے لئے علمِ غیب ماننے والے مسلمانوں کو مشرک کہنا چھوڑو، اس تیسری قسم کے مسائل کے بارے میں بعد میں دیکھیں گے، جب علمِ غیب عطائی کا منکر گستاخانہ عبارات سے توبہ نہ کرے اور علمِ غیب مصطفےٰ ﷺ ماننے والے مسلمانوں کو مشرک سمجھنا نہ چھوڑے ان سے اور کوئی بات کرنا فضول اور بیکار ہے۔

مذکورہ منکرین علمِ غیب کی تین اقسام امامِ اہلسنت رحمہ اللہ تعالیٰ کے رسالے "خالص الاعتقاد" سے ماخوذ ہیں، جس میں سے بعض عبارات کو راقم نے اپنے الفاظ میں لکھا ہے، اس تفصیل کو بیان کرنے کے بعد اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ان تمام اجتماعات کے بعد ہمارے علماء میں اختلاف ہوا کہ بے شمار علومِ غیبیّہ جو مولیٰ عزوجل نے اپنے محبوبِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائے آیا وہ روزِ اوّل سے روزِ آخر تک تمام کائنات کو شامل ہیں جیسا کہ عمومِ آیات واحادیث کا مفاد ہے یا ان میں تخصیص ہے بہت اہلِ ظاہر جانبِ خصوص گئے کسی نے کہا روح کا علم غیر خدا کو نہیں، کسی نے متشابہات کا، کسی نے خمس کا، کثیر نے ساعت (یعنی قیامت) کا اور عام علماءِ باطن اوران کے اتباع (یعنی انکی پیروی کرنے والوں) سے بکثرت علماءِ ظاہر نے آیت واحادیث کو ان کے عموم پر رکھا۔

(رسالۂ مبارکہ "خالص الاعتقاد"، "فتاوی رضویه"، ج۲۹، ص۴۵۴).

اس سے معلوم ہوا کہ علمِ غیب کے منکر پر کفر یا گمراہیت کا حکم لگانے میں کس قدر احتیاط اور پختہ علم کی ضرورت ہے، اللہ عزوجل ہمیں ایمان پر استقامت اور خاتمہ بالخیر نصیب فرمائے۔

آمین بجاہ سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

علمِ غیب کے بارے میں آیاتِ قرآنیہ

بے شک عالم الغیب والشہادہ اللہ عزوجل ہی کی ذات ہے، ذاتی طور پر غیب وہی جانتا ہے اور اسی نے اپنے پسندیدہ رسولوں کو بھی جتنا چاہا علمِ غیب عطا فرمایا ہے، چنانچہ اللہ عزوجل قرآنِ عظیم میں فرماتا ہے:

(عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَى غَيْبِهِ أَحَداً إِلَّا مَنِ ارْتَضَى مِن رَّسُولٍ) [الجن : ۲۶]

ترجمہ: غیب کا جاننے والا تو اپنا غیب کسی پر ظاہر نہیں کرتا سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے۔

ایک اور مقام پر اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا:

(وَمَا كَانَ اللّهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلَكِنَّ اللّهَ يَجْتَبِي مِن رُّسُلِهِ مَن يَشَاءُ) [آل عمران : ۱۷۹]

ترجمہ: اور اللہ کی شان یہ نہیں کہ اے عام لوگو! تمہیں غیب کا علم دے دے، ہاں اللہ چُن لیتا ہے اپنے رسولوں میں سے جسے چاہے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کے سامنے اس عطائے ربانی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا:

(قَالَ أَلَمْ أَقُل لَّكُمْ إِنِّي أَعْلَمُ مِنَ اللّهِ مَا لاَ تَعْلَمُونَ) [یوسف : ۹۶]

ترجمہ: (یعقوب علیہ السلام نے) کہا کہ مَیں نہ کہتا تھا کہ مجھے اللہ کی وہ شانیں معلوم ہیں جو تم نہیں جانتے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے خداداد علمی معجزہ کا اظہار کرتے ہوئے بنی اسرائیل سے فرماتے ہیں:

(وَأُنَبِّئُكُم بِمَا تَأْكُلُونَ وَمَا تَدَّخِرُونَ فِي بُيُوتِكُمْ إِنَّ فِي ذَلِكَ لآيَةً لَّكُمْ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ) [آل عمران:۴۹]

ترجمہ: اور تمہیں بتاتا ہوں جو تم کھاتے ہو اور جو اپنے گھروں میں جمع کر رکھتے ہو، بیشک ان باتوں میں تمہارے لیے بڑی نشانی ہے اگر تم ایمان رکھتے ہو۔

حضرت یوسف علیہ السلام اپنے اس علمی معجزے کا اظہار یوں فرماتے ہیں:

(قَالَ لَا يَأْتِيكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقَانِهِ إِلَّا نَبَّأْتُكُمَا بِتَأْوِيلِهِ قَبْلَ أَن يَأْتِيَكُمَا ذَٰلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِي رَبِّي) [یوسف : ٣٧].

ترجمہ: (یوسف علیہ السلام نے جیل میں قیدیوں سے) کہا: جو کھانا تمہیں ملا کرتا ہے وہ تمہارے پاس نہ آنے پائے گا کہ مَیں اس کی تعبیر اس کے آنے سے پہلے تمہیں بتادوں گا، یہ ان علموں میں سے ہے جو مجھے میرے رب نے سکھایا ہے۔

مسعود ملت ڈاکٹر محمد مسعود احمد رحمۃ اللہ علیہ اپنے رسالہ "علمِ غیب" میں ان آیات کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

ان آیات سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ رسولوں کو علمِ غیب عطا فرمایا ہے، اس عطائے خاص سے انکار، قرآن سے انکار کرنا ہے (پھر فرماتے ہیں:) تمام انبیاء کرام علیہم السلام کو یکساں "علمِ غیب" حاصل نہیں بلکہ جس طرح انبیاء ورُسُل میں درجات ہیں، اسی طرح علمِ غیب بھی درجہ بدرجہ عطا کیا گیا ہے، قرآنِ حکیم سے اس کی تصدیق ہوتی ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات ہوئی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے وہ "علمِ غیب" سیکھنے کی درخواست کی جو اللہ نے اُن کو عطا فرمایا تھا، حضرت خضر علیہ السلام نے درخواست منظور کی مگر یہ ہدایت فرمائی کہ دیکھتے جانا، بولنا نہیں، جب تک مَیں نہ بولوں، حضرت خضر علیہ السلام جو کچھ کرتے گئے حضرت موسیٰ علیہ السلام نہ سمجھ سکے، آخر رہا نہ گیا، پوچھ لیا، حضرت خضر علیہ السلام نے راز سے پردہ اٹھادیا مگر پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنے ساتھ نہ رکھا، یہ پوری تفصیل قرآن حکیم میں (سورۂ کہف آیت ٥٦ سے ٢٨ تک) موجود ہے، اس واقعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ تمام انبیاء کو یکساں علمِ غیب نہیں دیا گیا۔

("علم غیب"، ص ٦)

سیّدنا رسول اللہ ﷺ کی شان میں اللہ عزوجل نے فرمایا:

(وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا) [النساء : ۱۱۳]

ترجمہ: اور تمہیں سکھادیا جو کچھ تم نہ جانتے تھے اور اللہ کا تم پر بڑا فضل ہے۔

"تفسیر جلالین" میں اس آیت کے تحت ہے:

أی: من الأحکام والغیب.

ترجمہ: یعنی احکامِ شرع اور غیب کا علم سکھادیا۔

خزائن العرفان میں صدر الافاضل اس آیت کے تحت فرماتے ہیں:

اس آیت سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو تمام کائنات کے علوم عطا فرمائے اور کتاب وحکمت کے اسرار وحقائق پر مطلع فرمایا۔
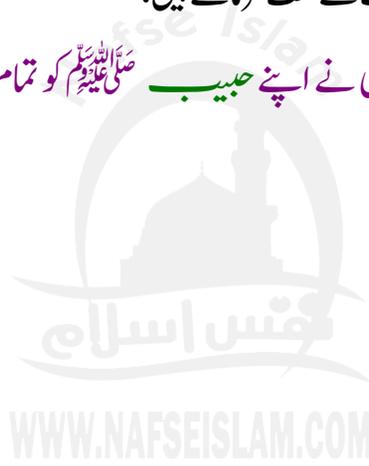
علم غیب تفصیلی کی دلیل

الحدیث ۱

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنْ بُرَيْدٍ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ: سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ أَشْيَاءَ كَرِهَهَا، فَلَمَّا أُكْثِرَ عَلَيْهِ غَضِبَ، ثُمَّ قَالَ لِلنَّاسِ: ((سَلُونِي عَمَّا شِئْتُمْ))، قَالَ رَجُلٌ: مَنْ أَبِي؟ قَالَ: ((أَبُوكَ حُذَافَةُ))، فَقَامَ آخَرُ فَقَالَ: مَنْ أَبِي يَا رَسُولَ اللهِ؟ فَقَالَ: ((أَبُوكَ سَالِمٌ مَوْلَى شَيْبَةَ))، فَلَمَّا رَأَى عُمَرُ مَا فِي وَجْهِهِ قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّا نَتُوبُ إِلَى اللهِ عَزَّ وَجَلَّ۔

["صحيح البخاري"، كتاب العلم، باب الغضب في الموعظة والتعليم إذا رأى ما يكره، رقم الحديث: (۲۹)، ص۱۲]

ترجمۂ حدیث: حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے ایسے سوالات کیے گئے جو آپ کو ناپسند تھے جب سوالات زیادہ ہونے لگے تو آپ ناراض ہوگئے پھر لوگوں سے فرمایا: جو چاہو مجھ سے پوچھ لو! ایک شخص عرض گزار ہوا کہ میرا باپ کون ہے؟ فرمایا: تمہارا باپ حذافہ ہے، پھر ایک دوسرا آدمی کھڑا ہو کر عرض گزار ہوا: یارسول اللہ! میرا باپ کون ہے؟ فرمایا کہ تمہارا باپ سالم شیبہ کا آزاد کردہ غلام ہے، جب حضرت عمر نے آپ کے چہرۂ انور پر غضب کے آثار دیکھے تو عرض کیا: یارسول اللہ! ہم اللہ عزوجل کی طرف توبہ کرتے ہیں۔

فقیہ الہند مفتی شریف الحق امجدی رحمۃ اللہ علیہ اس کی شرح میں فرماتے ہیں:

ان (سوال کرنے والے صحابی) کا نام عبد اللہ تھا، اس سوال کی وجہ یہ تھی کہ لوگ ان کے نسب میں شک کرتے تھے، کبھی جھگڑے میں دوسرے کی طرف منسوب کر دیتے تھے، حضور کے ارشاد کے بعد لوگوں کا شک وشبہہ دور ہو گیا، دوسرے صاحب سعد بن سالم مولیٰ شیبہ تھا، ان کا بھی یہی حال تھا۔

"عَنْ أَشْيَاءَ كَرِهَهَا" کے تحت فرماتے ہیں:

اس سے مراد ایسے سوالات ہیں، جن سے کوئی دینی یا دنیوی فائدہ وابستہ نہ ہو، مثلاً نہ اس کا اعتقاد ضروری ہو نہ عمل، ایسے سوالات ممنوع ہیں مثلاً یہ سوال کہ حضرت آدم نے سب سے پہلے کیا کھایا تھا، فدیۂ اسماعیل کا ذبحہ کیا ہوا یا یہ کہ سوالات آزمانے کے لیے کیے جائیں یا عاجز کرنے کی نیّت سے کیے جائیں، ایسے سوالات ممنوع ہیں، ورنہ اگر علم نہیں تو کفر وایمان وفرائض کا علم پوچھنا فرض، واجبات کا واجب اور مستحبات کا مستحب، ارشاد ہے: (فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ) [النحل: ۴۳]، ترجمہ: اہلِ ذکر (یعنی اہلِ علم) سے پوچھ لو جو تم نہ جانتے ہو۔

فقیہ الہند رحمہ اللہ ((سَلُونِي عَمَّا شِئْتُمْ)) کے تحت لکھتے ہیں:

("عمّا" میں) "ما" عموم کے لیے ہے، نیز اس عموم پر یہ دلیل ہے کہ حضرت عبد اللہ اور حضرت سعد نے اپنے اپنے باپ کا نام پوچھا، یہ دنیوی سوال ہے؛ اس لیے اس ارشاد کا مطلب یہ ہوا کہ تم لوگوں کا جو جی چاہے پوچھو، خواہ وہ دنیا کی بات ہو یا دین کی، مَیں سب بتاؤں گا، یہ وہی کہہ سکتا ہے جو دین ودنیا کے تمام علوم رکھتا ہو تو اس حدیث سے بھی ثابت کہ حضور اقدس ﷺ کو دین اور دنیا کے جملہ علوم حاصل تھے اسی سے ان لوگوں کی غلطی واضح ہو گئی جو یہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ صرف دین کے جملہ علوم رکھتے تھے، دنیا کے علوم میں یہ حال تھا کہ دیوار کے پیچھے کی بھی خبر نہ تھی۔

("نزهة القاري شرح صحيح البخاري"، ص۴۸۳، ج ۱).

نبی پاک ﷺ نے مخلوق کی ابتداء سے لے کر لوگوں کے جنت یا دوزخ میں جانے تک کی خبر دے دی

الحدیث ۲

وَرَوَى عِيسَى عَنْ رَقَبَةَ، عَنْ قَيْسِ بْنِ مُسْلِمٍ، عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ قَالَ: سَمِعْتُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُولُ: قَامَ فِينَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقَامًا فَأَخْبَرَنَا عَنْ بَدْءِ الْخَلْقِ حَتَّى دَخَلَ أَهْلُ الْجَنَّةِ مَنَازِلَهُمْ وَأَهْلُ النَّارِ مَنَازِلَهُمْ، حَفِظَ ذَلِكَ مَنْ حَفِظَهُ وَنَسِيَهُ مَنْ نَسِيَهُ.

[صحيح البخاري، كتاب بدء الخلق، باب ما جاء في قول الله تعالى: (وَهُوَ الَّذِي يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ وَهُوَ أَهْوَنُ عَلَيْهِ)، رقم الحديث: (۲۹۱۳)، ص۲۳۵]

ترجمۂ حدیث: طارق بن شہاب رحمہ اللہ سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ مَیں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سنا کہ وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ ہمارے درمیان ایک بار کھڑے ہوئے اور مخلوق کی پیدائش کی ابتدا کے متعلق ہمیں خبر دی یہاں تک کہ جنّتی اپنے ٹھکانوں میں اور دوزخی اپنے ٹھکانوں میں داخل ہوگئے، اسے جس نے یاد رکھا سو یاد رکھا، جو بھول گیا سو بھول گیا
۔

امام مسلم رحمہ اللہ اس حدیث کو ایک اور سند سے روایت کرتے ہیں:

وحَدَّثَنِي يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدَّوْرَقِيُّ وَحَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ، جَمِيعًا عَنْ أَبِي عَاصِمٍ ۔ قَالَ حَجَّاجٌ: حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ ۔: أَخْبَرَنَا عَزْرَةُ بْنُ ثَابِتٍ: أَخْبَرَنَا عِلْبَاءُ بْنُ أَحْمَرَ: حَدَّثَنِي أَبُو زَيْدٍ [يَعْنِي عَمْرَو بْنَ أَخْطَبَ] قَالَ: صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْفَجْرَ، وَصَعِدَ الْمِنْبَرَ فَخَطَبَنَا حَتَّى حَضَرَتِ الظُّهْرُ، فَنَزَلَ فَصَلَّى،

ثُمَّ صَعِدَ الْمِنْبَرَ، فَخَطَبَنَا حَتَّى حَضَرَتِ الْعَصْرُ، ثُمَّ نَزَلَ فَصَلَّى، ثُمَّ صَعِدَ الْمِنْبَرَ، فَخَطَبَنَا حَتَّى غَرَبَتِ الشَّمْسُ، فَأَخْبَرَنَا بِمَا كَانَ وَبِمَا هُوَ كَائِنٌ، فَأَعْلَمُنَا أَحْفَظُنَا.

[''صحيح مسلم''، كتاب الفتن، باب إخبار النبيّ صلّى اللّٰه عليه وسلّم فيما يكون إلى قيام الساعة، رقم الحديث: (٧٢٦٧) ٥٢- (٢٩٨٢)، ص٢٥٢١]

ترجمۂ حدیث: حضرت ابو زید انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ہمیں صبح کی نماز پڑھائی اور منبر پر تشریف لے گئے اور ہمیں خطبہ دینا شروع کیا یہاں تک کہ ظہر کا وقت آگیا، ظہر کی نماز پڑھ کر پھر منبر پر تشریف لے گئے اور خطبہ دیتے رہے پھر عصر کی نماز پڑھی پھر اسی طرح خطبہ دیتے رہے یہاں تک کہ سورج ڈوب گیا، اس خطبے میں ماکان ومایکون یعنی جو ہو چکا تھا اور جو آئندہ ہونے والا ہے سب کچھ بیان فرمادیا، ہم میں زیادہ علم والا وہ ہے جس نے اس (خطبے کو) سب سے زیادہ یادرکھا۔

مذکورہ بالا حدیث بخاری کے تحت فقیہ الہند رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

اس حدیث کے مطابق ہم اہلسنت وجماعت کا عقیدہ ہے کہ اللہ عزوجل نے حضور اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو جمیع ماکان ومایکون کا علم عطا فرمایا تھا یعنی ابتدائے آفرینش سے لے کر قیامت تک جتنی مخلوقات موجود ہوچکی ہیں یا موجود ہیں یا آئندہ ہوں گی ان سب کا علم عطا فرمایا، ذاتِ باری تعالیٰ اور اس کی صفات چونکہ واجب غیر مخلوق ہیں وہ ماکان ومایکون میں داخل نہیں اگرچہ ذات وصفات کا علمِ کثیر حضور اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو حاصل ہے مگر وہ اس میں داخل نہیں، اسی طرح ممتنعات، محالات اور وہ چیزیں جن کا وجود ممکن ہے مگر وہ کبھی موجود ہوئیں یا نہ ہوں گی وہ بھی ماکان ومایکون میں داخل نہیں، اگرچہ ان کا بھی کثیر وافر بلکہ اوفر (بہت زیادہ) حاصل ہے، اسی طرح قیامت کے بعد کے احوال بھی داخل نہیں، اگرچہ ان کا بھی کثیر وافر بلکہ اوفر حاصل ہے، قیامِ قیامت اس میں داخل ہے یا نہیں، اس بارے میں اختلاف ہے، صحیح یہ ہے کہ داخل ہے اور اس کی دلیل بھی یہی حدیث ہے۔

(پھر فرماتے ہیں:) اس حدیث کی شرح میں سند الحفّاظ علامہ ابن حجر عسقلانی (ولادت ۷۷۳ اور وفات ۸۵۲ہجری "فتح الباری"، ج ٦، ص ۵۲۳) میں لکھتے ہیں:

ودلّ ذلك على أنّه (صلّى الله عليه وسلّم) أخبر في المجلس الواحد بجميع أحوال المخلوقات منذ ابتدأت إلى أن تفنى إلى أن تبعث، فشمل ذلك الإخبار عن المبدأ والمعاش والمعاد، وفي تيسير إيراد ذلك كلّه في مجلس واحد من خوارق العادة أمر عظيم.

ترجمہ: یہ حدیث اس کی دلیل ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک ہی مجلس میں تمام مخلوق کے احوال جب سے خَلقت شروع ہوئی اور جب تک فناء ہوگی اور جب اٹھائی جائیگی سب بیان فرما دیا اور یہ بیان شروع آفرینش (مخلوق کی پیدائش کے آغاز) دنیا اور محشر سب کو محیط (شامل) تھا اور ان سب کا ایک ہی مجلس میں بیان فرما دینا نہایت عظیم معجزہ ہے۔

علامہ بدر الدین محمود عینی (وفات ۸۵۵ہجری) "عمدۃ القاری" (ج ۱۰، ص ۴۴۵) میں اسی حدیث کے تحت رقمطراز ہیں:

فيه دلالة على أنه أخبر في المجلس الواحد بجميع أحوال المخلوقات من ابتداءها إلى انتهاءها، وفي إيراد ذلك كلّه في مجلس واحد أمر عظيم من خوارق العادة.

ترجمہ: یہ حدیث دلیل ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مجلس میں اوّل سے آخر تک تمام مخلوقات کے تمام حالات بیان فرما دیئے اور ان سب کا ایک ہی مجلس میں بیان فرما دینا نہایت عظیم معجزہ ہے۔

علامہ طیبی نے "شرحِ مشکاۃ" میں اسی حدیث کے تحت (اسی طرح) فرمایا، (جسے علامہ احمد خطیب قسطلانی نے "ارشاد الساری" میں اور "مرقاۃ" میں) حضرت ملّا علی قاری (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم) نے (اسی کی مثل عبارت) نقل فرما کر برقرار رکھا، یہ پانچ شارحین متفق اللّسان (بہ یک زبان) ہو کر لکھ رہے ہیں کہ یہ حدیث اس بات کی

دلیل ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ایک مجلس میں ابتداء آفرینش سے لے کر جنتیوں کے جنّت اور دوزخیوں کے دوزخ میں جانے تک تمام مخلوقات کے کل حالات کی بھی خبر دے دی (پھر فرماتے ہیں:) اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ بھی بتادیا کون جنتی ہے اور کون دوزخی؟ اسی کا نام جمیع ماکان ومایکون کا علم ہے، اس سے ثابت ہو گیا کہ اسلاف کا عقیدہ یہی تھا کہ حضور اقدس ﷺ جمیع ماکان ومایکون کے عالم تھے ہمارا یہ عقیدہ اسلاف کے عقیدے کے مطابق ہے۔

(''نزہۃ القاری''، ج٦، ص٦٩٣)

شیخ الحدیث والتفسیر علامہ غلام رسول سعیدی فرماتے ہیں:

اس جگہ بعض لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ ایک مجلس میں ان تمام امور کا تفصیلاً بیان نہیں ہو سکتا؛ اس لیے اس حدیث کا مفاد یہ ہے کہ حضور ﷺ نے اس موقع پر اہم اہم باتیں بیان کر دی تھیں، اس کے جواب سے پہلے یہ گزارش ہے کہ گمراہی کی اوّلین بنیاد یہ ہے کہ حضور ﷺ کی ذاتِ مقدّسہ کو اپنے اوپر قیاس کر لیا جائے اور اس بنا پر یہ فرض کیا جائے کہ چونکہ ہم قلیل وقت میں کثیر امور بیان نہیں کر سکتے، اس لیے حضور بھی نہیں کر سکتے، اب دیکھیں کہ قلیل وقت میں یہ بیان ممکن ہے یا نہیں؟ تو دیکھیے قرآنِ کریم کے مطابق حضرت سلیمان علیہ السلام کے ایک اُمّتی آصف بن برخیا نے پلک جھپکنے سے پہلے تین ماہ کی مسافت سے تختِ بلقیس لا کر حضرت سلیمان کے سامنے رکھ دیا، پس جب سلیمان علیہ السلام کا ایک امتی اس قدر طویل کام کو ایک لمحہ میں کر سکتا ہے تو جن کے سامنے حضرت سلیمان بھی اُمتی کی حیثیت رکھتے ہیں وہ ایک دن میں یہ تفصیلی احوال کیوں بیان نہیں کر سکتے؟! نیز ''بخاری شریف'' میں ہے کہ حضرت داود گھوڑی پر زین بچھانے کا حکم دیتے اور زین بچھنے سے پہلے زبور ختم کر لیتے اور سب کو چھوڑیے واقعۂ معراج بھی تو ایک لمحہ میں وقوع پذیر ہوا پس جو ایک لمحہ میں تفصیلاً سیر معراج کر سکتے ہیں وہ ایک مجلس میں ابتدائے آفرینش سے دخولِ جنت تک کے تفصیلی احوال بھی بیان کر سکتے ہیں اور اگر یہ مشکل ہے تو پھر وہ بھی ممکن نہیں۔

(''مقالات سعیدی''، مقالہ علومِ مصطفے ﷺ، ص٣٢١'').

نیز علامہ عینی، ابن حجر عسقلانی، قسطلانی وغیرہم کا اس خطبہ کو معجزات میں سے شمار کرنا بھی اس بات کی دلیل ہے کہ اس خطبے میں تا قیامت کائنات کے تمام واقعات کو تفصیلا بیان کیا گیا تھا کیونکہ واقعات کے اجمالی بیان کو معجزہ نہیں ٹھہرایا جاسکتا۔

بخاری شریف میں مروی حدیث تخفیف زبور کے الفاظ کا متن درج ذیل ہے:

حَدَّثَنِی إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ، عَنْ أَبِی هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((خُفِّفَ عَلَی دَاوُدَ الْقِرَآنَ فَكَانَ يَأْمُرُ بِدَابَّتِهِ لِتُسْرَجَ، فَكَانَ يَقْرَأُ قَبْلَ أَنْ يَفْرُغَ))۔ يَعْنِی الْقُرْآنَ.

["صحیح البخاري"، كتاب التفسير، باب قوله: (وَآتَيْنَا دَاوُدَ زَبُورًا)، رقم الحديث: (۴۴۳۴)، ص۷۱۸]

قیامت تک تمام واقعات کا بیان

الحدیث ۳

حَدَّثَنَا مُوسَی بْنُ مَسْعُودٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِی وَائِلٍ، عَنْ حُذَيْفَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: لَقَدْ خَطَبَنَا النَّبِیُّ صَلَّی اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُطْبَةً، مَا تَرَكَ فِيهَا شَيْئًا إِلَی قِيَامِ السَّاعَةِ إِلَّا ذَكَرَهُ، عَلِمَهُ مَنْ عَلِمَهُ، وَجَهِلَهُ مَنْ جَهِلَهُ، إِنْ كُنْتُ لَأَرَی الشَّیْءَ قَدْ نَسِيتُ فَأَعْرِفُ كَمَا يَعْرِفُ الرَّجُلُ الرَّجُلَ إِذَا غَابَ عَنْهُ فَرَآهُ فَعَرَفَهُ.

["صحیح البخاري"، كتاب القدر، باب (وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ قَدَراً مَّقْدُورًا)، رقم الحديث: (۶۰۶۶)، ص۱۴۱۱]

ترجمۂ حدیث: حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: بے شک نبی کریم ﷺ نے ہمیں ایک ایسا خطبہ دیا کہ اس میں قیامت تک کی کوئی چیز بیان کرنے سے نہ چھوڑی، اسے جانا جس نے جانا اور جو نہ جان سکا سو نہ جان سکا (ان بتائی گئی باتوں میں سے) بھولی ہوئی کسی چیز کو جب ہوتے ہوئے دیکھتا ہوں تو پہچان لیتا ہوں جیسے آدمی اپنے سے بچھڑی ہوئی چیز کو دیکھتے ہی پہچان لیتا ہے۔

اسی مضمون کی مزید چار احادیث ملاحظہ فرمائیں جسے امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ نے "الدولۃ المکّیّۃ" میں جمع فرمایا ہے، راقم الحروف اصل کتب سے مراجعت کرکے پیش کررہا ہے:

(۱)

حَدَّثَنَا أَبُو الرَّبِيعِ الْعَتَكِيُّ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، كِلَاهُمَا عَنْ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ - وَاللَّفْظُ لِقُتَيْبَةَ - حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ أَبِي أَسْمَاءَ، عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((إِنَّ اللهَ زَوَى لِي الْأَرْضَ، فَرَأَيْتُ مَشَارِقَهَا وَمَغَارِبَهَا، وَإِنَّ أُمَّتِي سَيَبْلُغُ مُلْكُهَا مَا زُوِيَ لِي مِنْهَا، وَأُعْطِيتُ الْكَنْزَيْنِ الْأَحْمَرَ وَالْأَبْيَضَ، ...)).

["صحيح مسلم"، كتاب الفتن، باب ہلاک ہذه الأمة بعضہم ببعض، رقم الحديث: (٧٢٥٨) ١٩- (٢٨٨٩)، ص١٥٢٠]

ترجمہ: حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تمام روئے زمین کو میرے لیے لپیٹ دیا اور مَیں نے اس کے تمام مشارق و مغارب کو دیکھ لیا اور بے شک میری امت ان (مشارق و مغارب) کے مُلکوں تک پہنچے گی، جتنی زمین کو میری لیے لپیٹا گیا اور مجھے سرخ و سفید دونوں خزانے عطا کیے گئے۔

(۲)

حَدَّثَنَا [سَلَمَةُ بْنُ شَبِيبٍ وَ] عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ [قَالَا]: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَتَانِي اللَّيْلَةَ رَبِّي تَبَارَكَ وَتَعَالَى فِي أَحْسَنِ صُورَةٍ۔ قَالَ: أَحْسَبُهُ قَالَ فِي الْمَنَامِ۔ فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ هَلْ تَدْرِي فِيمَ يَخْتَصِمُ الْمَلَأُ الْأَعْلَى قَالَ: قُلْتُ: لَا، قَالَ: فَوَضَعَ يَدَهُ بَيْنَ كَتِفَيَّ حَتَّى وَجَدْتُ بَرْدَهَا بَيْنَ ثَدْيَيَّ۔ أَوْ قَالَ: فِي نَحْرِي۔ فَعَلِمْتُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ قَالَ: يَا مُحَمَّدُ، هَلْ تَدْرِي فِيمَ يَخْتَصِمُ الْمَلَأُ الْأَعْلَى؟ قُلْتُ: نَعَمْ، فِي الْكَفَّارَاتِ: وَالْكَفَّارَاتُ الْمُكْثُ فِي الْمَسَاجِدِ بَعْدَ الصَّلَاةِ وَالْمَشْيُ عَلَى الْأَقْدَامِ إِلَى الْجَمَاعَاتِ وَإِسْبَاغُ الْوُضُوءِ فِي الْمَكَارِهِ، وَمَنْ فَعَلَ ذَلِكَ عَاشَ بِخَيْرٍ وَمَاتَ بِخَيْرٍ وَكَانَ مِنْ خَطِيئَتِهِ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ. وَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ! إِذَا صَلَّيْتَ فَقُلْ: اللَّهُمَّ، إِنِّي أَسْأَلُكَ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ وَتَرْكَ الْمُنْكَرَاتِ وَحُبَّ الْمَسَاكِينِ، وَإِذَا أَرَدْتَ بِعِبَادِكَ فِتْنَةً فَاقْبِضْنِي إِلَيْكَ غَيْرَ مَفْتُونٍ. قَالَ وَالدَّرَجَاتُ: إِفْشَاءُ السَّلَامِ وَإِطْعَامُ الطَّعَامِ وَالصَّلَاةُ بِاللَّيْلِ وَالنَّاسُ نِيَامٌ».

["جامع الترمذي"، كتاب تفسير القرآن عن رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم، باب ومن سورة ص، رقم الحديث: (۲) - ۳۲۳۳، ص۷۳۴]

ترجمہ : حضرت ابن عبّاس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ گزشتہ رات مجھے میرے رب تبارک وتعالیٰ کا حسین صورت میں دیدار ہوا (راوی فرماتے ہیں میرا گمان ہے کہ آپ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ مَیں نے نیند میں دیدار کیا) اللہ نے فرمایا: یا محمد! کیا جانتے ہو کہ ملأ اعلیٰ کے فرشتے کس بارے میں جھگڑتے ہیں؟ میں نے کہا: نہیں، پس اللہ نے اپنا دستِ قدرت میرے دونوں کندھوں کے درمیان رکھا یہاں تک کہ مَیں نے اس کی ٹھنڈک اپنے سینے میں پائی، تو مَیں نے جان لیا جو کچھ آسمانوں اور جو کچھ زمین میں ہے، پھر اللہ نے فرمایا: یا محمد! کیا جانتے ہو

کہ ملأ اعلی کے فرشتے کس بارے میں جھگڑتے ہیں؟ میں نے کہا: جی ہاں، کفّارات کے بارے میں (ملأ اعلی کے فرشتے آپس میں جھگڑتے ہیں) اور کفّارات نماز کے بعد مسجد میں ٹھہرنا، جماعت حاصل کرنے کے لیے پاؤں سے چل کر جانا اور جب وضوء کرنا بھاری ہو اس وقت وضوء کرنا ہیں، جس نے یہ کام کیے وہ خیریت سے زندہ رہے گا اور خیریت سے مرے گا اور وہ گناہوں سے ایسا پاک ہو جائے گا جیسے آج اُس کی ماں نے اُسے جنا ہو، پھر اللہ نے فرمایا: اے محمد! جب تم نماز پڑھ چکو تو اس طرح کہو: اے **اللہ** ہمارے! میں تجھ سے نیکیاں کرنے، برائیاں چھوڑنے اور مساکین کی محبّت کا سوال کرتا ہوں اور جب تو اپنے بندوں کی اس دنیا میں آزمائش کرنا چاہے تو میری آزمائش کیے بغیر مجھے اس دنیا سے اُٹھا لینا اور کہا: درجات یہ ہیں: سلام عام کرنا، کھانا کھلانا اور رات میں ایسے وقت نماز پڑھنا جب لوگ سوئے ہوئے ہوں۔

(۳)

حَدَّثَنِي عَبدُ اللهِ، حَدَّثَنِي أَبِي، حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ مُنْذِرٍ، حَدَّثَنَا أَشْيَاخٌ مِنَ التَّيْمِ قَالُوا: قَالَ أَبُو ذَرٍّ: لَقَدْ تَرَكَنَا مُحَمَّدٌ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا يُحَرِّكُ طَاءِرٌ جَنَاحَيْهِ فِي السَّمَاءِ إِلَّا أَذْكَرَنَا مِنْهُ عِلْمًا.

["المسند" للإمام أحمد، مسند الأنصار، حديث أبي ذر، رقم الحديث: (٢١٤١٢)، ج٨، ص٣٨]

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بن عَبْدِ اللهِ الْحَضْرَمِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بن عَبْدِ اللهِ بن يَزِيدَ الْمُقْرِى، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ فِطْرٍ، عَنْ أَبِي الطُّفَيْلِ، عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ: تَرَكَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا طَاءِرٌ يُقَلِّبُ جَنَاحَيْهِ فِي الْهَوَاءِ، إِلَّا وَهُوَ يُذَكِّرُنَا مِنْهُ عِلْمًا، قَالَ: فَقَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((مَا بَقِيَ شَيْءٌ يُقَرِّبُ مِنَ الْجَنَّةِ، وَيُبَاعِدُ مِنَ النَّارِ، إِلَّا وَقَدْ بُيِّنَ لَكُمْ)).

[المعجم الكبير للطبراني، باب من غرائب مسند أبي ذرّ، رقم الحديث: (١٦٤٧)، ج٢، ص١٥٥]

دونوں روایتوں کا حاصل یہ ہے کہ حضرت ابوذرغفاری فرماتے ہیں:
رسول اللہ ﷺ نے ہمیں اس حال پر چھوڑا کہ ہوا میں کوئی پرندہ پر مارنے والا ایسا نہیں جس کا علم حضور ﷺ نے ہمارے سامنے بیان نہ فرمایا ہو۔

(۴)

عَنِ ابنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((إِنَّ اللهَ عَزَّوَجَلَّ قَدْ رَفَعَ لِيَ الدُّنْيَا، فَأَنَا أَنْظُرُ إِلَيْهَا وَإِلَى مَا هُوَ كَائِنٌ فِيهَا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، كَأَنَّمَا أَنْظُرُ إِلَى كَفِّيْ هٰذِهِ، جِلْيَانٌ جَلَّاهُ اللهُ لِنَبِيِّهِ كَمَا جَلَّاهُ لِلنَّبِيِّينَ مِنْ قَبْلِهِ)).

(۱)"مجمع الزوائد"، كتاب علامات النبوّة، باب إخباره ﷺ بالمغيبات، برقم: (۱۴۰۶۷)، ۸/۴۶۳
(۲) "حِلية الأولياء"، حدير بن كريب، برقم: (۷۹۷۹) ۱۰۱/۶.
(۳) "كنز العمّال"، كتاب الفضائل، فضائل نبيّنا محمد ﷺ وأسماؤه وصفاته البشريّة، برقم: (۳۱۹۷۱)، ۱۱/۹۸۱.

ترجمۂ حدیث: حضرت ابنِ عمر سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ عزوجل نے دنیا میرے سامنے کردی تو مَیں دنیا کو اور دنیا میں قیامت تک اس میں جو کچھ ہونے والا ہے سب کو یوں دیکھ رہا ہوں جیسے اپنے ہاتھ کی اس ہتھیلی کو، اس روشنی کے سبب جو اللہ عزوجل نے اپنے نبی کو عطا فرمائی ہے جیسے اس سے پہلے انبیاء کو عطا فرمائی تھی۔

گزشتہ احادیث سے روزِ روشن کی طرح یہ واضح ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس دنیا سے اس حال میں پردہ فرمایا کہ اللہ عزوجل نے آپ کو مخلوق کی ابتداء سے انتہا تک کے تمام واقعات اور تمام چیزوں کا علم عطا فرمادیا تھا، اگر ان احادیث کو سننے کے بعد یہ سوال پیدا ہو کہ ایک طرف ہم یہ کہتے ہیں کہ روزِ اوّل سے روزِ آخر تک کا علم درجہ بہ درجہ بڑھتا رہا

اور اسکی تکمیل نزول قرآن کی تکمیل کے ساتھ ہوئی جبکہ ان احادیث سے معلوم ہورہاہے کہ دفعۃً یعنی ایک ساتھ ہر چیز کا علم دے دیا گیا تھا،

اس سوال کا جواب دیتے ہوئے علامہ غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں:

حاصلِ بحث یہ ہے کہ حضور کے علمِ کلّی کا یہ مطلب نہیں کہ خدا کا کل علم آپ کو حاصل ہے بلکہ مخلوق کا کل علم آپ کو عطا کیا گیا اور اسکی تکمیل نزولِ قرآن کے ضمن میں تدریجاً ہوئی اور جن احادیث کا یہ مفاد ہے کہ تمام حقائق آپ پر دفعۃً منکشف ہوگئے تھے وہ تدریج کے منافی نہیں ہے کیونکہ عالم کے احوال اور صفات یوماً فیوماً بدلتے رہتے ہیں، پس آسمان وزمین کے تمام حقائق آپ پر پیش کیے گئے اور آپ نے انہیں جان لیا اور ان کی تفصیلات پر آپ کو تدریجاً اطلاع ہوئی۔

(''توضیح البیان''، ص ۵۰۴)

یعنی کسی چیز کا علم دو طرح سے ہوتا ہے ایک اجمالی اور دوسرا تفصیلی جیسے ہم اپنے دوست کو جب کسی چیز کے بارے میں بتاتے ہیں تو سب سے پہلے اجمالی طور پر کہتے ہیں کہ فلاں شہر میں ایک نہایت خوبصورت مسجد ہے، پہلے اُسے اُس چیز کے ہونے کا اجمالی علم حاصل ہوتا ہے پھر ہم اُسے اُس مسجد کے بارے میں تفصیلات بتاتے ہیں، علامہ سعیدی حفظہ اللہ کے کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو اوّلاً ہر چیز کا اجمالی علم عطا فرمایا جبکہ اسکی تفصیل نزول قرآن کے ضمن میں عطا ہوئی، جن احادیث میں ((فَعَلِمْتُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ)) وغیرہا کے الفاظ ہیں اس سے اجمالی علم مراد ہے اور ہر چیز کا روشن بیان اور تفصیل قرآنِ عظیم سے حاصل ہوئی جسکی شان میں خود ربّ العالمین ارشاد فرماتا ہے:

(وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَاناً لِّكُلِّ شَيْءٍ) [النحل : ۸۹]

ترجمۂ کنزالایمان : اور تم پر یہ قرآن اتارا کہ ہر چیز کا روشن بیان ہے۔

اور ہم جانتے ہیں کہ قرآنِ عظیم ایک ساتھ نازل نہ ہوا بلکہ تیئس سال میں **اللّٰہ** سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ پر قرآن اُتار کر ہر چیز کی تفصیل اور تا قیامت مخلوق کے تمام واقعات کو بیان فرمادیا۔

للّٰہ الحمد

ملکوت وملک میں کوئی شے نہیں وہ جو تجھ پہ عیاں نہیں

الحدیث ۴

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنِ امْرَأَتِهِ فَاطِمَةَ بِنْتِ الْمُنْذِرِ، عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ أَنَّهَا قَالَتْ: أَتَيْتُ عَاءِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ خَسَفَتِ الشَّمْسُ، فَإِذَا النَّاسُ قِيَامٌ يُصَلُّونَ، وَإِذَا هِيَ قَاءِمَةٌ تُصَلِّي، فَقُلْتُ: مَا لِلنَّاسِ؟ فَأَشَارَتْ بِيَدِهَا إِلَى السَّمَاءِ، وَقَالَتْ سُبْحَانَ اللهِ، فَقُلْتُ: آيَةٌ؟ فَأَشَارَتْ: أَيْ نَعَمْ، قَالَتْ: فَقُمْتُ حَتَّى تَجَلَّانِي الْغَشْيُ، فَجَعَلْتُ أَصُبُّ فَوْقَ رَأْسِي الْمَاءَ، فَلَمَّا انْصَرَفَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَمِدَ اللهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ: ((مَا مِنْ شَيْءٍ كُنْتُ لَمْ أَرَهُ إِلَّا وَقَدْ رَأَيْتُهُ فِي مَقَامِي هَذَا حَتَّى الْجَنَّةَ وَالنَّارَ، ...إلخ)).

["صحيح البخاري"، كتاب الصلاة، باب صلاة النساء مع الرجال في الكسوف، رقم الحديث: (۳۵۰۱)، ص۱۷۰]

ترجمہ: حضرت اسماء بنتِ ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ وہ فرماتی ہیں: مَیں زوجۂ نبی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہ پاس اس وقت آئی جب سورج کو گہن لگ چکا تھا اور لوگ نماز کے قیام میں تھے اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

بھی نماز میں قیام کی حالت میں تھیں، مَیں نے ان سے کہا: لوگ کس لیے نماز پڑھ رہے ہیں؟ اُنہوں نے آسمان کی طرف اشارہ کیا اور کہا: سبحان اللہ، مَیں نے کہا: کیا کوئی نشانی ہے؟ انہوں نے سر سے اشارہ کیا: ہاں، اسکے بعد مَیں بھی نماز کے لیے کھڑی ہو گئی اتنی دیر تک کہ مجھ پر بے ہوشی طاری ہونے لگی اور مَیں اپنے سر پر پانی ڈالنے لگی، نماز کے بعد نبی ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی پھر فرمایا: کوئی چیز ایسی نہیں جو مَیں نے نہ دیکھی تھی مگر اس جگہ کھڑے ہو کر دیکھ لی ہے یہاں تک کہ جنّت اور دوزخ۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ نے وہ تمام چیزیں جو نہیں دیکھی تھیں انہیں دیکھ لیا یہاں تک کہ جنّت اور دوزخ بھی، سیّدی اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضاخان علیہ الرحمۃ اس حدیث شریف کو اپنی کتاب "الدولۃ المکّیۃ" میں ذکر کرنے کے بعد ارشاد فرماتے ہیں:

امام قاضی عیاض، علّامہ علی قاری اور علّامہ مناوی نے "تیسیر شرح جامع صغیر" امام سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم میں فرمایا:

النفوس القدسیّۃ إذا تجرّدت عن العلائق البدنیّۃ اتّصلت بالملأ الأعلی ولم یبق لھا حجاب فتری وتسمع الکلّ۔

ترجمہ: پاک جانیں جب بدن کے علاقوں سے جدا ہوتی ہیں عالَم بالا سے مل جاتی ہیں اور انکے لیے کچھ پردہ نہیں رہتا تو سب کچھ ایسا دیکھتی اور سنتی ہیں جیسے سامنے ہو رہا ہے۔

امام ابنِ حاج مکّی نے "مُدخَل" اور امام قسطلانی نے "مواہب" میں فرمایا:

قد قال علماؤنا رحمھم اللہ: لا فرق بین موتہ وحیاتہ صلّی اللہ تعالی علیہ وسلّم فی مشاھدتہ لأمّتہ ومعرفتہ بأحوالھم ونیّاتھم وعزائمھم خواطرھم وذلك جلیّ عندہ لا خفاء بہ.

["مدخل"، ص٢٥٢، ج١،"المواھب اللدنیۃ مع شرح الزرقاني"، المقصد العاشر، الفصل الثاني، فی زیارۃ قبرہ الشریف، ومسجدہ المنیف، ج١٢، ص١٩٥]

ترجمہ: بے شک ہمارے علماء رحمہم اللہ فرماتے ہیں: نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی حیات اور وفات میں اس بات میں کچھ فرق نہیں کہ حضور اپنی امت کو دیکھ رہے ہیں اور ان کی حالتوں اور نیتوں اور ارادوں اور دل کے خطرات کو پہچانتے ہیں اور یہ سب حضور پر ایسا روشن ہے کہ جس میں کچھ پوشیدہ گی نہیں۔

("الدولة المكية" المترجم، ص۹۹)

مدینہ شریف سے مقامِ موتہ میں جنگ ملاحظہ فرمانا

الحديث ۵

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ وَاقِدٍ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَى زَيْدًا وَجَعْفَرًا وَابْنَ رَوَاحَةَ لِلنَّاسِ قَبْلَ أَنْ يَأْتِيَهُمْ خَبَرُهُمْ فَقَالَ: ((أَخَذَ الرَّايَةَ زَيْدٌ فَأُصِيبَ، ثُمَّ أَخَذَ جَعْفَرٌ فَأُصِيبَ، ثُمَّ أَخَذَ ابْنُ رَوَاحَةَ فَأُصِيبَ۔ وَعَيْنَاهُ تَذْرِفَانِ۔ حَتَّى أَخَذَ الرَّايَةَ سَيْفٌ مِنْ سُيُوفِ اللهِ حَتَّى فَتَحَ اللهُ عَلَيْهِمْ۔))

["صحيح البخاري"، كتاب المغازي، بابُ غزوة مؤتة من أرض الشام، رقم الحديث: (۲٦۲۴)، ص۲۲۷]

ترجمۂ حدیث: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے حضرت زید، جعفر اور ابن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی موت کی خبر آنے سے پہلے لوگوں کو ان کی موت کی خبر دی اس طرح کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم فرما رہے تھے جھنڈا زید نے پکڑا ہے اور وہ شہید ہو گئے پھر جعفر نے لے لیا ہے اور وہ بھی شہید ہو گئے پھر ابن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لیا اور وہ بھی شہید ہو گئے اور آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی آنکھیں اشک بہا رہی تھیں (پھر فرمایا:) حتی کہ جھنڈا اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار نے لیا (یعنی حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے) حتی کہ اللہ نے (مسلمانوں کو) ان (کافروں) پر فتح دی۔

مفسّر شہیر شیخ الحدیث والتفسیر مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

یہ واقعہ غزوۂ موتہ میں ہوا جو سن ۸ ہجری میں ہوا اس غزوہ میں مسلمان تین ہزار تھے اور ہر قل کی رومی فوج ایک لاکھ تھی، حضور انور نے لشکرِ اسلام روانہ فرماتے وقت سپہ سالار مقرر فرمادیئے تھے کہ اوّلاً زید ابن حارثہ سپہ سالار ہوں گے پھر جعفر ابن ابی طالب طیّار پھر ان کی شہادت کے بعد عبد اللہ بن رواحہ ہونگے، موتہ میں یہ حضرات یکے بعد دیگرے شہید ہو رہے تھے اور یکے بعد دیگرے جھنڈا لے رہے تھے اور یہاں حضور مسجدِ نبوی شریف میں ان تمام واقعات کی خبر دے رہے تھے، یہ ہے حضورانور کا علمِ غیب بلکہ حاضر ناظر ہونا، آج دور بین کے ذریعے انسان دور کی چیز دیکھ لیتا ہے تو نبوت کی روحانی دور بین کا کیا کہنا۔

("مرآة المناجيح"، ج۸، ص۴۸۱)

رسول اللہ ﷺ پر حالاتِ قبر کا منکشف ہونا

الحدیث ٦

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَازِمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَبْرَيْنِ فَقَالَ: ((إِنَّهُمَا لَيُعَذَّبَانِ وَمَا يُعَذَّبَانِ فِي كَبِيرٍ، أَمَّا أَحَدُهُمَا فَكَانَ لَا يَسْتَتِرُ مِنَ الْبَوْلِ، وَأَمَّا الْآخَرُ فَكَانَ يَمْشِي بِالنَّمِيمَةِ))، ثُمَّ أَخَذَ جَرِيدَةً رَطْبَةً فَشَقَّهَا نِصْفَيْنِ فَغَرَزَ فِي كُلِّ قَبْرٍ وَاحِدَةً، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ لِمَ فَعَلْتَ قَالَ: ((لَعَلَّهُ يُخَفِّفُ عَنْهُمَا مَا لَمْ يَيْبَسَا.))

["صحيح البخاري"، كتاب الوضوء، باب ما جاء في غسل البول، رقم الحديث: (۲۱۸)، ص۱۴]

ترجمہ: حضرت ابن عبّاس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ دو قبروں کے پاس سے گزرے تو فرمایا: انہیں عذاب ہو رہا ہے اور کسی کبیرہ گناہ کے باعث نہیں، ان میں سے ایک تو پیشاب کے چھینٹوں سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا چغلیاں کھاتا پھرتا تھا، پھر ایک سبز ٹہنی لی اور اس کے دو حصّے کر کے ہر قبر پر ایک حصّہ گاڑ دیا، لوگ عرض گزار ہوئے: یارسول اللہ! ایسا کیوں کیا؟ فرمایا کہ جب تک یہ خشک نہ ہوں تو ان کے عذاب میں تخفیف رہے گی۔

فقیہ الہند علّامہ مفتی شریف الحق امجدی اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

حضور اقدس صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم غیب جانتے ہیں کہ یہ بھی جان لیا کہ ان پر عذاب ہو رہا ہے اور یہ بھی جان لیا کہ کس بناء پر ہو رہا ہے نیز یہ جان لیا کہ ان شاخوں کے رکھنے سے تخفیف ہو گی اور یہ بھی جان لیا کہ کب تک ہو گی، اس حدیث میں اکھٹے چار علمِ غیب کی خبر ہے۔

(''نزہة القاري''، ج۲، ص۹۰۱)

ہمارے آقا ﷺ پیچھے اور آگے سے یکساں دیکھتے ہیں

الحدیث ۷

حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ صَالِحٍ قَالَ: حَدَّثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ هِلَالِ بْنِ عَلِيٍّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: صَلَّى بِنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةً ثُمَّ رَقِيَ الْمِنْبَرَ فَقَالَ فِي الصَّلَاةِ وَفِي الرُّكُوعِ: ((إِنِّي لَأَرَاكُمْ مِنْ وَرَاءِي كَمَا أَرَاكُمْ.))

[''صحيح البخاري''، كتاب الصلاة، باب عظة الإمام الناس في إتمام الصلاة وذكر القبلة، رقم الحديث: (۹۱۴)، ص۳۷]

ترجمہ : حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: نبی کریم ﷺ نے ہمیں نماز پڑھائی پھر منبر پر جلوہ افروز ہو کر فرمایا: ”میں تمہیں پیچھے سے بھی اسی طرح دیکھتا ہوں جیسے سامنے سے تمہیں دیکھتا ہوں“۔

حضورِ اقدس ﷺ پر دل کا خشوع پوشیدہ نہیں

الحدیث ۸

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((هَلْ تَرَوْنَ قِبْلَتِي هَاهُنَا؟ فَوَاللهِ مَا يَخْفَى عَلَيَّ خُشُوعُكُمْ وَلَا رُكُوعُكُمْ، إِنِّي لَأَرَاكُمْ مِنْ وَرَاءِ ظَهْرِي.))

[”صحيح البخاري“، كتاب الصلاة، باب عظة الإمام الناس في إتمام الصلاة وذكر القبلة، رقم الحديث: (۴۱۸)، ص۳۷]

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم کیا یہی دیکھتے ہو کہ میرا منہ اِدھر ہے؟ اللہ کی قسم نہ مجھ پر تمہارا خشوع پوشیدہ ہے اور نہ ہی تمہارے رکوع، میں تمہیں پیٹھ کے پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں

فاضل شہیر مولانا عبدالحکیم خاں شاہجہانپوری اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں:

رحمتِ دوعالَم ﷺ کا فرمانا کہ مجھ پر تمہارے خشوع و رکوع پوشیدہ نہیں ہیں، اس یہاں آپ نے خود نگاہِ مصطفی کا عالَم بیان فرمایا ہے کیونکہ رکوع تو ظاہری اور جسمانی فعل کا نام ہے، جو دوسروں کو بھی نظر آتا ہے، لیکن خشوع تو دل کی ایک کیفیت کا نام ہے جو خوفِ خدا سے پیدا ہوتی ہے، (اس کیفیت کو جان لینا اس لیے عطائی علمِ غیب ہے کہ اس کا علم بذریعۂ حواس یا عقل سے سوچ کر حاصل نہیں ہو سکتا) اس حدیث میں نگاہِ مصطفی کے دو

معجزے بیان فرمائے گئے ہیں کہ آپ پیٹھ پیچھے سے صحابہ کرام کے رکوع بھی ملاحظہ فرمالیتے اور اُن کے دلوں کے خشوع و خضوع والی کیفیت بھی اُن نگاہوں سے پوشیدہ نہیں رہتی تھی جن میں دستِ قدرت نے (مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی) [النجم: ۱۷، ۱۸] والا سرمہ لگایا ہوا تھا۔

("بخاری شریف" مترجم و محشی، ج ۱، ص ۵۵۲)

امام اہلسنت فرماتے ہیں:

اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا

جب نہ خدا ہی چھپا تم پہ کروڑوں درود

بعض لوگ یہ تاثر دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت کے اس شعر سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ معاذاللہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو اللہ عزوجل کے برابر لامحدود علم حاصل ہو گیا، امامِ اہلسنت رحمہ اللہ کے اس شعر سے یہ معنی لینا کس طرح درست ہو سکتا ہے حالانکہ آپ علیہ الرحمہ اپنے "فتاویٰ" میں اللہ تعالیٰ کے سوا ہر ایک کے لیے لامحدود علم حاصل ہونے کو باطل قرار دے چکے ہیں، "اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا"، سے مراد تا قیامت اس دنیا کے تمام واقعات و حالات ہیں، اس مفہوم پر اسی شعر میں یہ قرینہ موجود ہے کہ بات دنیا میں اللہ تعالیٰ کے دیدار کی ہو رہی ہے کہ اس زندگی میں اللہ تعالیٰ کو سر کی آنکھوں سے کسی نے نہیں دیکھا آخرت میں تو ہر مسلمان کو دیدار نصیب ہو گا گویا امامِ اہلسنت فرما رہے ہیں کہ دنیا کی زندگی میں کسی کے لیے ممکن نہیں کہ اللہ عزوجل کا دیدار کرے اسکی ذات غیب الغیب ہے، جب اس عالَم کا سب سے بڑا غیب سرورِ عالم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے پوشیدہ نہ رہا اور آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے سر کی آنکھوں سے خالق کا دیدار کر لیا تو اب دنیا کی کونسی چیز آپ سے چھپ سکتی ہے، اور اس دنیا کے تا قیامت مخلوق کے حالات و واقعات آپ سے کیسے پوشیدہ رہ سکتے ہیں؟ الغرض قیامت کے بعد ہمیشہ ہمیشہ ہونے والے تمام واقعات کے علم کا ہم دعویٰ نہیں کرتے۔

دنیا سے نگاہِ مصطفیٰ ﷺ کا حوضِ کوثر کو دیکھنا

الحدیث ۹

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ: حَدَّثَنِي يَزِيدُ بْنُ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ أَبِي الْخَيْرِ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ يَوْمًا فَصَلَّى عَلَى أَهْلِ أُحُدٍ صَلَاتَهُ عَلَى الْمَيِّتِ، ثُمَّ انْصَرَفَ إِلَى الْمِنْبَرِ فَقَالَ: ((إِنِّي فَرَطٌ لَكُمْ وَأَنَا شَهِيدٌ عَلَيْكُمْ، وَإِنِّي وَاللهِ لَأَنْظُرُ إِلَى حَوْضِي الْآنَ، وَإِنِّي أُعْطِيتُ مَفَاتِيحَ خَزَائِنِ الْأَرْضِ أَوْ مَفَاتِيحَ الْأَرْضِ، وَإِنِّي وَاللهِ مَا أَخَافُ عَلَيْكُمْ أَنْ تُشْرِكُوا بَعْدِي، وَلَكِنْ أَخَافُ عَلَيْكُمْ أَنْ تَنَافَسُوا فِيهَا)).

["صحيح البخاري"، كتاب الجنائز، باب الصلاة على الشهيد، رقم الحديث: (۴۴۳۱)، ص ۴۱۲]

ترجمہ : حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے نبی کریم ﷺ ایک دن تشریف لے گئے اور اہلِ اُحد پر نماز جنازہ کی طرح نماز پڑھی پھر منبر پر واپس ہوئے پھر فرمایا: (حوضِ کوثر پر تمہاری مدد کیلئے) مَیں پہلے پہنچنے والا ہوں، مَیں تمہارا گواہ ہوں اور اللہ کی قسم! مَیں اپنے حوض کو اِس وقت دیکھ رہا ہوں اور مجھے زمین کے خزانوں کی کنجیاں یا زمین کی کنجیاں دی گئی ہیں، اللہ کی قسم! مجھے یہ ڈر نہیں کہ تم لوگ میرے بعد شرک کروگے لیکن مجھے یہ ڈر ہے کہ دنیا کے مال کو ایک دوسرے سے حاصل کرنے کی لالچ کروگے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حوضِ کوثر موجود یعنی بنایا جاچکا ہے، رسول اللہ ﷺ کا یہ عظیم معجزہ ہے کہ دنیا میں رہتے ہوئے آپ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے اسے دیکھ لیا اور اسکے بعد ہمیں خبر دی جیسا کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ((وَإِنِّي وَاللَّهِ لَأَنْظُرُ إِلَى حَوْضِي الْآنَ)) یعنی اللہ کی قسم! مَیں اپنے حوضِ کوثر کو اس وقت دیکھ رہا ہوں۔

فاضل شہیر عبد الحکیم خاں اختر شاہجہانپوری فرماتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نگاہِ مصطفی ﷺ کا یہ عالَم تھا کہ زمین پر رہتے ہوئے حوضِ کوثر کو دیکھ لیا کرتے تھے۔(پھر فرماتے ہیں:) اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہو رہا ہے۔

("بخاری شریف" مترجم و محشی، ج۱، ص ۶۴۸)

سرکارِ دوعالم ﷺ نے فرمایا: ((وَإِنِّي وَاللهِ مَا أَخَافُ عَلَيْكُمْ أَنْ تُشْرِكُوا بَعْدِي)) مجھے یہ ڈر نہیں کہ تم لوگ میرے بعد شرک کروگے، ان الفاظ کی مخاطب پوری امت ہے، صرف صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہیں، وجہ اس کی یہ ہے کہ ایسی حالت قیامت تک کے مسلمانوں کی تو ہو سکتی ہے کہ وہ شرک نہ کریں اور دنیا کی محبّت میں پھنس جائیں لیکن صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی نہیں ہو سکتی، جیسا کہ علّامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

فيه أنّ أمّة لا يخاف عليهم من الشرك وإن كان يخاف عليهم من التنافس ويقع منه التحاسّد والتباخّل۔

ترجمہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور اقدس ﷺ کو اپنی امت سے شرک کا ڈر نہیں ہے لیکن دنیا کی لالچ کا ڈر ہے اور دنیا کی لالچ کی بناء پر آپس میں حسد اور بخل واقع ہوتا رہتا ہے۔

("عمدۃ القاری"، ص ۶۱۲، ج۶)

اس حدیث سے ان لوگوں کو اپنی اصلاح کرنی چاہیے جو اپنے گمانِ فاسد کی بنا پر صرف اپنے آپ کو مسلمان سمجھتے ہیں اور سارے عالمِ اسلام کو مشرک کہتے ہیں حالانکہ نبی کریم ﷺ بقسم فرما رہے ہیں کہ "مجھے یہ ڈر نہیں کہ تم لوگ میرے بعد شرک کروگے"، کسی صحیح العقیدہ مسلمان کو مشرک یا کافر کہنے والا بحکم حدیث خود کافر ہو جاتا ہے، شرک کی تعریف، اقسام اور تفصیلی معلومات حاصل کرنے کے لیے راقم الحروف کا رسالہ بنام "توحید" کا مطالعہ فرمائیں۔

آئندہ آنے والی کل کی اطلاع کہ تمہاری کامیابی ہو گی

الحدیث 10

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي حَازِمٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي سَهْلُ بْنُ سَعْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَوْمَ خَيْبَرَ: ((لَأُعْطِيَنَّ هَذِهِ الرَّايَةَ غَدًا رَجُلًا يَفْتَحُ اللهُ عَلَى يَدَيْهِ، يُحِبُّ اللهَ وَرَسُولَهُ وَيُحِبُّهُ اللهُ وَرَسُولُهُ))، قَالَ: فَبَاتَ النَّاسُ يَدُوكُونَ لَيْلَتَهُمْ أَيُّهُمْ يُعْطَاهَا فَلَمَّا أَصْبَحَ النَّاسُ غَدَوْا عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّهُمْ يَرْجُو أَنْ يُعْطَاهَا فَقَالَ: ((أَيْنَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ؟)) فَقِيلَ: هُوَ يَا رَسُولَ اللهِ يَشْتَكِي عَيْنَيْهِ، قَالَ: فَأَرْسَلُوا إِلَيْهِ فَأُتِيَ بِهِ فَبَصَقَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي عَيْنَيْهِ وَدَعَا لَهُ فَبَرَأَ حَتَّى كَأَنْ لَمْ يَكُنْ بِهِ وَجَعٌ فَأَعْطَاهُ الرَّايَةَ۔۔۔إلخ.

["صحيح البخاري"، كتاب المغازي، باب غزوة خيبر، الحديث: (۴۲۱۰)، ص۷۱۵]

ترجمہ: حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے غزوۂ خیبر کے روز فرمایا: کل جھنڈا میں ایسے شخص کو دوں گا کہ اللہ اس کے ہاتھ پر فتح عطا فرمائے گا، وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور اس کا رسول اس سے محبت کرتے ہیں، (راوی کا بیان ہے کہ) لوگوں نے رات بڑی بے چینی میں گزاری کہ دیکھیے کہ جھنڈا کس کو عطا کیا جاتا ہے، جب صبح ہوئی تو لوگ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت میں حاضر ہوگئے، سارے یہی تمنّا لے کر آئے تھے کہ جھنڈا مجھے مل جائے پس آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: علی بن ابی طالب کہاں ہیں؟ عرض کی گئ: یارسول اللہ ان کی آنکھیں دکھتی ہیں، پھر انہیں بلایا گیا وہ حاضر خدمت ہوئے تو رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے انکی دونوں آنکھوں میں لعاب دہن لگا دیا اور ان کیلئے دعا فرمائی، وہ ایسے شفایاب ہوئے گویا انہیں سرے سے تکلیف ہوئی ہی نہ تھی پھر آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے انھیں جھنڈا عطا فرمایا۔

(ایک اور بخاری شریف کی حدیث مبارک جو اسی حدیث سے پہلے مذکور ہے اس میں یہ الفاظ بھی ہیں)

فَنَحْنُ نَرْجُوهَا، فَقِيلَ: هَذَا عَلِيٌّ، فَأَعْطَاهُ، فَفُتِحَ عَلَيْهِ.

["صحيح البخاري"، كتاب المغازي، باب غزوة خيبر، الحديث: (٤٢٠٩)، ص٥١٧]

ترجمہ : ہم میں سے ہر ایک یہی چاہتا تھا کہ جھنڈا اسے دیا جائے، چنانچہ جھنڈا حضرت علی کو دیا گیا اور انہی کے ہاتھ پر فتح حاصل ہوئی۔

صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا عقیدہ کتنا پختہ تھا کہ جب انہوں نے سُنا کہ کل جسے جھنڈا دیا جائے گا اللہ عزوجل اسکے ہاتھ پر فتح عطا فرمائے گا تو ہر صحابی کی یہ تمنا تھی کہ جھنڈا اسے ملے تاکہ یہ سعادت اسے حاصل ہو کیونکہ انہیں یقین تھا کہ جو غیبی خبر رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے دی ہے وہ ہو کر رہے گی۔

کل کے بارے میں خبر دینا

الحدیث ١١

وَقَالَ عُثْمَانُ بْنُ الْهَيْثَمِ أَبُو عَمْرٍو: حَدَّثَنَا عَوْفٌ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: وَكَّلَنِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِحِفْظِ زَكَاةِ رَمَضَانَ، فَأَتَانِي آتٍ، فَجَعَلَ يَحْثُو مِنَ الطَّعَامِ، فَأَخَذْتُهُ وَقُلْتُ: وَاللهِ لَأَرْفَعَنَّكَ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: إِنِّي مُحْتَاجٌ وَعَلَيَّ عِيَالٌ وَلِي حَاجَةٌ شَدِيدَةٌ، قَالَ: فَخَلَّيْتُ عَنْهُ، فَأَصْبَحْتُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((يَا أَبَا هُرَيْرَةَ مَا فَعَلَ أَسِيرُكَ الْبَارِحَةَ؟)) قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، شَكَا حَاجَةً شَدِيدَةً وَعِيَالًا فَرَحِمْتُهُ فَخَلَّيْتُ سَبِيلَهُ، قَالَ: ((أَمَا إِنَّهُ قَدْ كَذَبَكَ، وَسَيَعُودُ))، فَعَرَفْتُ أَنَّهُ سَيَعُودُ، لِقَوْلِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((إِنَّهُ

سَيَعُودُ»، فَرَصَدْتُهُ، فَجَاءَ يَحْثُو مِنَ الطَّعَامِ، فَأَخَذْتُهُ فَقُلْتُ: لَأَرْفَعَنَّكَ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: دَعْنِي فَإِنِّي مُحْتَاجٌ وَعَلَيَّ عِيَالٌ، لَا أَعُودُ، فَرَحِمْتُهُ فَخَلَّيْتُ سَبِيلَهُ، فَأَصْبَحْتُ فَقَالَ لِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «يَا أَبَا هُرَيْرَةَ مَا فَعَلَ أَسِيرُكَ؟»، قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، شَكَا حَاجَةً شَدِيدَةً وَعِيَالًا، فَرَحِمْتُهُ فَخَلَّيْتُ سَبِيلَهُ، قَالَ: «أَمَا إِنَّهُ قَدْ كَذَبَكَ وَسَيَعُودُ»، فَرَصَدْتُهُ الثَّالِثَةَ فَجَعَلَ يَحْثُو مِنَ الطَّعَامِ فَأَخَذْتُهُ، فَقُلْتُ: لَأَرْفَعَنَّكَ إِلَى رَسُولِ اللهِ وَهَذَا آخِرُ ثَلَاثِ مَرَّاتٍ أَنَّكَ تَزْعُمُ لَا تَعُودُ ثُمَّ تَعُودُ، قَالَ: دَعْنِي أُعَلِّمْكَ كَلِمَاتٍ يَنْفَعُكَ اللهُ بِهَا، قُلْتُ: مَا هُنَّ؟ قَالَ: إِذَا أَوَيْتَ إِلَى فِرَاشِكَ فَاقْرَأْ آيَةَ الْكُرْسِيِّ ﴿اللهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ﴾ حَتَّى تَخْتِمَ الْآيَةَ، فَإِنَّكَ لَنْ يَزَالَ عَلَيْكَ مِنَ اللهِ حَافِظٌ، وَلَا يَقْرَبَنَّكَ شَيْطَانٌ حَتَّى تُصْبِحَ، فَخَلَّيْتُ سَبِيلَهُ، فَأَصْبَحْتُ، فَقَالَ لِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَا فَعَلَ أَسِيرُكَ الْبَارِحَةَ؟» قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، زَعَمَ أَنَّهُ يُعَلِّمُنِي كَلِمَاتٍ يَنْفَعُنِي اللهُ بِهَا فَخَلَّيْتُ سَبِيلَهُ، قَالَ: «مَا هِيَ؟»، قُلْتُ: قَالَ لِي: إِذَا أَوَيْتَ إِلَى فِرَاشِكَ فَاقْرَأْ آيَةَ الْكُرْسِيِّ مِنْ أَوَّلِهَا حَتَّى تَخْتِمَ الْآيَةَ ﴿اللهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ﴾ وَقَالَ لِي: لَنْ يَزَالَ عَلَيْكَ مِنَ اللهِ حَافِظٌ، وَلَا يَقْرَبَكَ شَيْطَانٌ حَتَّى تُصْبِحَ - وَكَانُوا أَحْرَصَ شَيْءٍ عَلَى الْخَيْرِ - فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَمَا إِنَّهُ قَدْ صَدَقَكَ وَهُوَ كَذُوبٌ، تَعْلَمُ مَنْ تُخَاطِبُ مُذْ ثَلَاثِ لَيَالٍ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ» قَالَ: لَا، قَالَ: «ذَاكَ شَيْطَانٌ».

["صحيح البخاري"، كتاب الوكالة، باب إذا وكّل رجلاً فترك الوكيل شيءًا فأجازه الموكّل...إلخ، رقم الحديث: (۲۳۱۱)، ص۳۷۰]

ترجمۂ حدیث: حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے زکاۃِ رمضان (یعنی صدقۂ فطر) کی حفاظت پر مقرر فرمایا، پس ایک آنے والا آیا اور اناج میں سے لینے لگا، مَیں نے اسے پکڑ لیا اور کہا خدا کی قسم مَیں ضرور

تمہیں رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے پاس لے جاؤں گا، اس نے کہا: مَیں محتاج ہوں اور میرے بچے ہیں اور مجھے سخت ضرورت ہے، پس مَیں نے اسے چھوڑ دیا، صبح ہوئی تو نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: "اے ابو ہریرہ! رات تمہارے قیدی نے کیا کیا؟" عرض گزار ہوا کہ یارسول اللہ! اس نے سخت حاجت اور بچوں کی شکایت کی تو مجھے ترس آگیا، لہذا مَیں نے اسے چھوڑ دیا، فرمایا: "اس نے تم سے جھوٹ بولا ہے اور وہ پھر آئے گا"، پس مَیں نے جان لیا کہ وہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے فرمانے کے مطابق ضرور آئے گا، مَیں اسکی تاک لگائے بیٹھا رہا (چنانچہ وہ پھر آیا) اور اناج لے جانے لگا تو مَیں نے اسے پکڑ لیا اور کہا کہ مَیں تمہیں رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی بارگاہ میں ضرور لے جاؤں گا کہا کہ مجھے چھوڑ دو مَیں محتاج اور بال بچے دار ہوں پھر نہیں آؤں گا، مجھے ترس آگیا اور مَیں نے اسے چھوڑ دیا صبح کو رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: "اے ابو ہریرہ! رات تمہارے قیدی نے کیا کیا؟"، عرض گزار ہوا: یارسول اللہ! اس نے سخت حاجت اور بال بچوں کی شکایت کی تو مجھے ترس آگیا اور اسے چھوڑ دیا، فرمایا: "اس نے تم سے جھوٹ کہا ہے اور وہ پھر آئے گا"، پس تیسری رات اس کا منتظر رہا تو وہ آکر اناج لینے لگا، مَیں نے اسے پکڑ لیا اور کہا: مَیں تجھے ضرور رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی بارگاہ میں پیش کروں گا کیونکہ آج آخری اور تیسری رات ہے تم ہر دفعہ کہتے رہے کہ اب نہیں آؤں گا مگر آتے رہے اس نے کہا: مجھے چھوڑ دو مَیں آپ کو ایسے کلمات سکھاتا ہوں، جو آپ کو نفع دیں گے، مَیں نے کہا: وہ کیا ہیں؟ کہا کہ جب تم بستر پر جاؤ تو آیۃ الکرسی آخر تک پڑھ لیا کرو تو صبح تک اللہ عزوجل کی طرف سے تم پر نگہبان ہو گا (یعنی ایک فرشتہ تمہاری نگہبانی کرے گا) اور صبح تک شیطان تمہارے نزدیک نہیں آئے گا پس مَیں نے اسے چھوڑ دیا، صبح کے وقت رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے مجھ سے فرمایا: "رات تمہارے قیدی نے کیا کیا؟" عرض گزار ہوا کہ یا رسول اللہ! اس کا گمان تھا کہ وہ مجھے ایسے کلمات سکھائے گا کہ جس کے سبب سے اللہ عزوجل مجھے فائدہ دے تو مَیں نے اسے چھوڑ دیا، فرمایا: "وہ کیا ہیں؟"، عرض گزار ہوا اس نے کہا: جب تم بستر پر جاؤ اوّل سے آخر تک آیۃ الکرسی پڑھ لیا کرو تو تم برابر اللہ عزوجل کی حفاظت میں رہو گے اور صبح تک شیطان تمہارے قریب نہیں آئے گا اور وہ حضرات نیک کاموں کے بڑے حریص تھے، نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ یہ بات اس نے سچ کہی ہے، ویسے وہ بڑا جھوٹا ہے، کیا تمہیں معلوم ہے کہ تین راتوں سے تمہارا مخاطب کون ہے؟ مَیں عرض کی نہیں، نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "وہ شیطان ہے"۔

شیخ الحدیث والتفسیر مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

صحابۂ کرام اپنی فطرے کی رقم حضور انور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر کر جاتے تھے تاکہ حضورانور ﷺ خود فقراء میں تقسیم فرمادیں تاکہ آپ کے ہاتھ کی برکت سے رب تعالیٰ قبول فرمالے، اس جمع شدہ فطروں کی حفاظت اس دفعہ حضرت ابوہریرہ کے سپرد ہوئی (تھی)۔

(مرآۃ المناجیح ، ج۲، ص ۱۳۲)

پھر جب حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غلہ چوری کرنے والے کو چھوڑ دیا اور جب نمازِ فجر کے لیے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے تو آپ فرماتے ہیں کہ بغیر میرے کچھ عرض کیے اللہ کے محبوب ﷺ نے مجھ سے یہ فرمایا: ((یَا أَبَا ہُرَیْرَۃَ مَا فَعَلَ أَسِیرُکَ الْبَارِحَۃَ؟)) یعنی اے ابوہریرہ! تمہارے گزشتہ رات کے قیدی کا کیا ہوا؟ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے رات کے چھپے ہوئے معاملے کو صبح بغیر کسی شخص کے بتائے بیان کر دینا حبیب رب العالمین کا کتنا عظیم خداداد معجزۂ علمِ غیب ہے، اس حدیث شریف میں سرکارِ دوعالم ﷺ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ بھی فرمایا: ”أَمَا إِنَّہُ قَدْ کَذَبَکَ وَسَیَعُودُ“ یعنی اس نے تم سے جھوٹ بولا اور وہ پھر آئے گا، اس کے تحت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اس سے حضورانور ﷺ کا علمِ غیب معلوم ہوا کہ حضورانور ﷺ کو آئندہ ہونے والے واقعات کا رب تعالیٰ نے علم بخشا جو آئندہ ہونے والا ہے وہ بتارہے ہیں۔

((ذَاکَ شَیْطَانٌ)) ”وہ شیطان ہے“ کے تحت فرماتے ہیں:

اس فرمانِ عالی سے چند مسئلے معلوم ہوئے، ایک یہ کہ شیطان قرآن شریف سے بھی واقف ہے اور آیاتِ قرآنیہ کے احکام و اَسرار و اشارات سے بھی خبر دار ہے، (پھر فرماتے ہیں:) شیطان دین کے ہر اچھے بُرے عمل سے تفصیل کے ساتھ واقف ہے اور ہر شخص کی نیّت وارادہ پر مطلع ہے، اس کے بغیر وہ مخلوق کو بہکا نہیں سکتا، جب اس بہکا نے والے کے علم کا یہ حال ہے تو خلق کے ہادی ﷺ کے علم کا کیا پوچھنا! دوا کی طاقت بیماری سے زیادہ چاہیے، شیطان کے بارے میں قرآن فرماتا ہے: (إِنَّہُ یَرَاکُمْ ہُوَ وَقَبِیْلُہُ مِنْ حَیْثُ لَا تَرَوْنَہُمْ) [الأعراف:۲۷] (یعنی)

شیطان اور اسکی ذریت تم سب کو دیکھتے ہیں مگر تم انہیں نہیں دیکھتے یعنی وہ حاضر وناظر ہے کیوں؟ لوگوں کو گمراہ کرنے کے لیے تو جس کے ذمّہ خلق کی ہدایت ہے، وہ بھی حاظر وناظر ہیں۔

(مرآۃ المناجیح، ج۲، ص۱۳۲)

مناظر اسلام علّامہ سعید احمد اسعد مدّ ظلہ العالی اپنے نہایت ہی عمدہ رسالے "مسئلۂ حاضر وناظر" میں فرماتے ہیں:

ہم اہل سنّت وجماعت نبی مکرّم ﷺ کے جسمِ بشری کے ساتھ ہر جگہ موجود ہونے کا دعویٰ نہیں کرتے، ہم یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ جس طرح آسمان کا سورج اپنے جسم کے ساتھ آسمان پر ہے لیکن اپنی روشنی اور نورانیت کے ساتھ روئے زمین پر موجود ہے اسی طرح نبوّت کے آفتاب حضرت جناب محمد رسول اللہ ﷺ اپنے جسمِ بشری کے ساتھ گنبدِ خضراء میں جلوہ گر ہیں لیکن اپنی نورانیت، روحانیت اور علمیّت کے ساتھ ہر جگہ جلوہ گر ہیں۔

تنبیہ: اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو شروع ہی میں قوّتِ مشاہدہ عطا فرمادی تھی لیکن نزول قرآن کے ضمن میں آپ ﷺ کی قوّتِ مشاہدہ وعلمیت میں اضافہ ہوتا رہا، جب قرآن حکیم کا نزول مکمل ہوگیا تو نبی اکرم ﷺ کو ہر چیز کا مشاہدہ وعلم حاصل ہوگیا۔

مذکورہ تنبیہ سے یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ ہم اہلِ سنّت وجماعت نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کو اُمّت کے جملہ اعمال پر حاضر ناظر نزولِ قرآن کی تکمیل کے بعد سے مانتے ہیں، نزولِ قرآن کی تکمیل سے پہلے اُمّتیوں کے ہر ہر عمل پر حاضر وناظر ہونے کا قطعاً دعویٰ نہیں کرتے۔

("مسئلۂ حاضر وناظر"، ص۶)

مزید تفصیلات کے لیے مُناظرِ اسلام علّامہ سعید احمد اسعد صاحب کا مذکورہ رسالہ ضرور ملاحظہ فرمائیے۔

سرکارِ دوعالم ﷺ کا اپنے وصال کی غیبی خبر دینا

الحدیث ۲۱

حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ قَزَعَةَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: دَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاطِمَةَ ابْنَتَهُ فِي شَكْوَاهُ الَّذِي قُبِضَ فِيهِ، فَسَارَّهَا بِشَيْءٍ فَبَكَتْ، ثُمَّ دَعَاهَا [فَسَارَّهَا] فَضَحِكَتْ، قَالَتْ: فَسَأَلْتُهَا عَنْ ذَلِكَ، فَقَالَتْ: سَارَّنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَنِي أَنَّهُ يُقْبَضُ فِي وَجَعِهِ الَّذِي تُوُفِّيَ فِيهِ فَبَكَيْتُ، ثُمَّ سَارَّنِي فَأَخْبَرَنِي أَنِّي أَوَّلُ أَهْلِ بَيْتِهِ أَتْبَعُهُ، فَضَحِكْتُ.

["صحيح البخاري"، كتاب المناقب، باب علامات النبوّة في الإسلام، رقم الحديث: (۵۲۶۳)، ص۸۰۶]

ترجمہ : حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اپنے اس مرض میں بلایا جس میں آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی وفات ہوئی پھر سرگوشی کے انداز میں ان سے کوئی بات کہی تو وہ رونے لگیں پھر نزدیک بُلاکر سرگوشی کی تو وہ ہنس پڑیں، یہ فرماتی ہیں، (یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کہ مَیں نے اس بارے میں ان سے پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے سرگوشی کرتے ہوئے مجھے بتایا کہ اسی مرض میں میری وفات ہو جائے گی تو مَیں رونے لگی پھر آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے سرگوشی فرماتے ہوئے مجھے بتایا کہ ان کے گھر والوں میں سب سے پہلی مَیں ہوں جو (اس دنیا سے) جاؤں گی تو میں ہنس پڑی۔

اس حدیث شریف میں نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے نہ صرف اپنے ظاہری وصال کے بارے میں غیبی خبر دی بلکہ جگر گوشۂ رسول بی بی فاطمہ بتول رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بقیہ ایام زندگی کے بارے میں فرمایا کہ اہل بیت میں سے سب سے پہلے آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے خاتون جنّت رضی اللہ تعالیٰ عنہا ملاقات فرمائیں گی، تاریخ شاہد ہے ایسا ہی ہوا۔

اللّٰہ عزوجل نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو مرنے والے کے مرنے کی جگہ کا علم بھی عطا فرمایا ہے، جیسا کہ مسلم شریف کی حدیث اسکی شاہد ہے، سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ بدر شروع ہونے سے پہلے ہی مرنے والے کافروں کے مرنے کی جگہوں کی نشاندہی فرمادی تھی،

چنانچہ راوی فرماتے ہیں:

فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((هَذَا مَصْرَعُ فُلَانٍ))، وَيَضَعُ يَدَهُ عَلَى الْأَرْضِ هَاهُنَا وَهَاهُنَا، قَالَ: فَمَا مَاطَ أَحَدُهُمْ عَنْ مَوْضِعِ يَدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

["صحيح مسلم"، كتاب الجهاد والسير، باب غزوة بدر، رقم الحديث: [١٢٦٤] ٣٨(١٧٧٩)، ص٢٩٧]

ترجمۂ حدیث: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ فلاں کافر کی قتل کی جگہ ہے اور اپنا ہاتھ ادھر ادھر رکھتے تھے، راوی نے کہا: ان میں سے کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ کی جگہ سے نہ ہٹا۔

اُمّ المؤمنین حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے وصال کی غیبی خبر

الحدیث 13

حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ فِرَاسٍ، عَنْ الشَّعْبِيِّ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: أَنَّ بَعْضَ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْنَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَيُّنَا أَسْرَعُ بِكَ لُحُوقًا قَالَ: ((أَطْوَلُكُنَّ يَدًا))، فَأَخَذُوا قَصَبَةً يَذْرَعُونَهَا فَكَانَتْ سَوْدَةُ أَطْوَلَهُنَّ يَدًا، فَعَلِمْنَا بَعْدُ أَنَّمَا كَانَتْ طُولَ يَدِهَا الصَّدَقَةُ، وَكَانَتْ أَسْرَعَنَا لُحُوقًا بِهِ، وَكَانَتْ تُحِبُّ الصَّدَقَةَ.

["صحيح البخاري"، كتاب الزكاة، باب فضل صدقة الشحيح الصحيح، رقم الحديث: (١٤٢٠)، ص٩٢٢]

امام مسلم اسی حدیث کو یوں روایت کرتے ہیں:

حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ أَبُو أَحْمَدَ: حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوسَى السِّينَانِيُّ: أَخْبَرَنَا طَلْحَةُ بْنُ يَحْيَى بْنِ طَلْحَةَ عَنْ عَائِشَةَ بِنْتِ طَلْحَةَ، عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((أَسْرَعُكُنَّ لَحَاقًا بِي أَطْوَلُكُنَّ يَدًا))، قَالَتْ: فَكُنَّ يَتَطَاوَلْنَ أَيَّتُهُنَّ أَطْوَلُ يَدًا. قَالَتْ: فَكَانَتْ أَطْوَلَنَا يَدًا زَيْنَبُ؛ لِأَنَّهَا كَانَتْ تَعْمَلُ بِيَدِهَا وَتَصَدَّقُ.

["صحيح مسلم"، كتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل زينب أمّ المؤمنين رضي الله عنہا، رقم الحديث: [٦١٣٦] ١٠١-(٢٤٥٢)، ص١٠٧٤]

بخاری و مسلم کی دونوں احادیث کا تقریباً ترجمہ یہ ہے کہ اُمّ المؤمنین محبوبۂ محبوبِ ربّ العالمین روایت کرتی ہیں کہ ایک دن نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے بعض ازواجِ نبی نے پوچھا کہ (آپ کے اس دنیا سے وصال فرمانے کے بعد) ہم میں سب پہلے کون آپ سے آکر ملے گی؟ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: تم میں سے جس کا ہاتھ سب سے زیادہ لمبا ہے وہ مجھ سے آکر ملے گی، چنانچہ ایک لکڑی سے ہم ایک دوسرے کا ہاتھ دیکھنے لگیں کہ کس کا ہاتھ لمبا ہے، اُمّ المؤمنین حضرت سودہ بنت زمعہ کا ہاتھ سب سے لمبا تھا (رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے وصال کے بعد جب ازواج میں سے سب سے پہلے حضرت زینب کا انتقال ہوا تو) ہمیں معلوم ہوا کہ لمبائی سے مراد ہاتھ کی لمبائی نہیں بلکہ ہاتھ کے لمبے ہونے سے مراد زیادہ صدقہ و خیرات کرنا تھا، حضرت عائشہ فرماتی ہیں: ہم میں سے سب زیادہ صدقہ کرنے میں لمبا ہاتھ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا تھا اس لیے کہ وہ اپنا کام خود کرتیں اور صدقہ و خیرات کو پسند کرتیں تھیں اور ازواج میں سے سب سے پہلے ان ہی کا انتقال ہوا۔

امام نووی رحمہ اللہ حدیث مسلم کے بعد فرماتے ہیں:

وفيه معجزة باهرة لرسول الله صلّى الله عليه وسلّم، ومنقبة ظاهرة لزينب، ووقع هذا الحديث في كتاب الزكاة من البخاري بلفظ متعقد يوهم أن أسرعهنّ لحاقًا سودة، وهذا الوهم باطل بالإجماع.

("صحيح مسلم بشرح النووي"، المجلد الثامن، الجزء السادس عشر، ص ٩)

ترجمہ: اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ کے روشن معجزے (کہ آپ نے جس طرح غیبی خبر دی وہ ویسے ہی وقوع پذیر ہوئی) اورامّ المؤمنین زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی منقبت کا بیان ہے، امام بخاری کے روایت کردہ لفظ کی پیچیدگی سے یہ وہم ہوتا ہے کہ سب سے پہلے حضرت سودہ کا وصال ہوا یہ وہم بالاتفاق نادرست وباطل ہے۔

حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں شہادت کی غیبی خبر

حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد نبوی کی تعمیر کے لئے اینٹیں اٹھا کر لا رہے تھے، نبی پاک ﷺ نے حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا اور مستقبل میں ان کو شہید کرنے والوں اور انکی شہادت کے بارے میں غیبی خبر دی، امام بخاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس غیبی خبر کو ان الفاظ کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

الحدیث 14

حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُخْتَارٍ قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ الحَذَّاءُ عَنْ عِكْرِمَةَ: قَالَ لِي ابْنُ عَبَّاسٍ وَلِابْنِهِ عَلِيٍّ: انْطَلِقَا إِلَى أَبِي سَعِيدٍ فَاسْمَعَا مِنْ حَدِيثِهِ، فَانْطَلَقْنَا فَإِذَا هُوَ فِي حَائِطٍ يُصْلِحُهُ، فَأَخَذَ رِدَاءَهُ فَاحْتَبَى، ثُمَّ أَنْشَأَ يُحَدِّثُنَا حَتَّى أَتَى ذِكْرُ بِنَاءِ الْمَسْجِدِ فَقَالَ: كُنَّا نَحْمِلُ لَبِنَةً لَبِنَةً، وَعَمَّارٌ لَبِنَتَيْنِ لَبِنَتَيْنِ، فَرَآهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَيَنْفُضُ التُّرَابَ عَنْهُ وَيَقُولُ: «وَيْحَ عَمَّارٍ، [تَقْتُلُهُ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ] يَدْعُوهُمْ إِلَى الْجَنَّةِ وَيَدْعُونَهُ إِلَى النَّارِ»، قَالَ: يَقُولُ عَمَّارٌ: أَعُوذُ بِاللهِ مِنَ الْفِتَنِ.

["صحيح البخاري"، كتاب الصلاة، باب التعاون في بناء المساجد، رقم الحديث: (٤٤٧)، ص٨٧]

ترجمہ: عکرمہ سے روایت ہے کہ حضرت ابنِ عبّاس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے مجھ سے اور اپنے صاحب زادے علی سے فرمایا کہ دونوں حضرت ابو سعید کے پاس جاؤ اور ان سے حدیث سنو، ہم گئے تو وہ اپنے باغ کو درست کر رہے تھے، انہوں نے اپنے چادر لے کر لپیٹی اور ہم سے باتیں کرنے لگے یہاں تک کہ مسجدِ نبوی کی تعمیر کا ذکر آگیا، فرمایا کہ ہم ایک ایک اینٹ اُٹھا کر لاتے تھے لیکن حضرت عمّار دو دو اینٹیں، نبی کریم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے انہیں دیکھا تو اُن سے مٹی جھاڑنے لگے اور فرمایا: وائے عمّار! اسے باغی گروہ قتل کرے گا، یہ اُنہیں جنّت کی طرف بلائیں گے اور وہ اِنہیں جہنّم کی طرف بلائیں گے، راوی کا بیان ہے کہ حضرت عمّار کہا کرتے: مَیں فتنوں سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔

شیخ الحدیث والتفسیر مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

اس فرمانِ عالی میں تین غیبی خبریں ہیں، ایک یہ کہ حضرت عمّار شہید ہونگے، دوسرے یہ کہ مظلوم ہونگے، تیسرے یہ کہ ان کے قاتل باغی ہونگے یعنی امامِ بر حق پر بغاوت کرنے والے، یہ تینوں خبریں مِن و عن اسی طرح ظاہر ہوئیں۔

("مرآة المناجيح"، كتاب الفضائل، باب في المعجزات، ج٨، ص١٧٩)

تمام صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی عمروں کی اجمالی غیبی خبر

الحدیث 15

حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عُفَيْرٍ قَالَ: حَدَّثَنِي اللَّيْثُ قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ خَالِدٍ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمٍ، وَأَبِي بَكْرِ بْنِ سُلَيْمَانَ بْنِ أَبِي حَثْمَةَ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ قَالَ: صَلَّى بِنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

الْعِشَاءَ فِي آخِرِ حَيَاتِهِ، فَلَمَّا سَلَّمَ قَامَ فَقَالَ: ((أَرَأَيْتَكُمْ لَيْلَتَكُمْ هَذِهِ، فَإِنَّ رَأْسَ مِءَةِ سَنَةٍ مِنْهَا لَا يَبْقَى مِمَّنْ هُوَ عَلَى ظَهْرِ الْأَرْضِ أَحَدٌ)).

["صحيح البخاري"، كتاب العلم، باب السمر في العلم، رقم الحديث: ۱۱۶، ص۵۲]

ترجمۂ حدیث: عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما نے کہا: نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اپنی حیات کے آخری دنوں میں عشاء کی نماز پڑھائی، سلام پھیرنے کے بعد کھڑے ہوئے اور فرمایا: کیا تم نے اپنی اِس رات کا حال دیکھا؟ جتنے لوگ آج روئے زمین پر ہیں سو سال کے بعد کوئی بھی باقی نہیں رہے گا۔

فقیہ الہند اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

مراد یہ کہ میری امّت کے لوگ جتنے آج زمین پر ہیں اور بطریقِ معتاد (عادتاً) نظر آتے ہیں، خواہ وہ کم سِن ہوں یا خواہ معمر سو سال (گزرنے) پر وہ زندہ نہیں رہیں گے، رہ گئے وہ لوگ جو اس کے بعد پیدا ہونگے وہ اس سے مستثنٰی (یعنی جدا) ہیں، حضرت عیسی آسمان پر ہیں اور حضرت خضر اور الیاس نظروں سے غائب ہیں یونہی دیگر اجنّہ (یعنی جنّات) بھی۔ اس لیے یہ سب اس میں داخل نہیں چنانچہ تاریخ شاہد ہے کہ ایسا ہی ہوا ہے، سب سے آخری صحابی ابو طفیل عامر بن واثلہ نے ۱۱۰ ہجری میں وصال فرمایا (جبکہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا وصال ۱۱ ہجری میں ہوا تھا)۔

(تشریح از "نزهة القاری"، ص۴۱۰، ج ۱)

کون کس طرح مرے گا

الحدیث 16

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْتَقَى هُوَ وَالْمُشْرِكُونَ فَاقْتَتَلُوا، فَلَمَّا مَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى عَسْكَرِهِ وَمَالَ الْآخَرُونَ إِلَى عَسْكَرِهِمْ وَفِي أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ لَا يَدَعُ لَهُمْ شَاذَّةً وَلَا فَاذَّةً إِلَّا اتَّبَعَهَا يَضْرِبُهَا بِسَيْفِهِ، فَقَالَ: مَا أَجْزَأَ مِنَّا الْيَوْمَ أَحَدٌ كَمَا أَجْزَأَ فُلَانٌ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((أَمَا إِنَّهُ مِنْ أَهْلِ النَّارِ))، فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ: أَنَا صَاحِبُهُ، قَالَ: فَخَرَجَ مَعَهُ كُلَّمَا وَقَفَ وَقَفَ مَعَهُ وَإِذَا أَسْرَعَ أَسْرَعَ مَعَهُ، قَالَ: فَجُرِحَ الرَّجُلُ جُرْحًا شَدِيدًا فَاسْتَعْجَلَ الْمَوْتَ فَوَضَعَ سَيْفَهُ بِالْأَرْضِ وَذُبَابَهُ بَيْنَ ثَدْيَيْهِ ثُمَّ تَحَامَلَ عَلَى سَيْفِهِ فَقَتَلَ نَفْسَهُ، فَخَرَجَ الرَّجُلُ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: أَشْهَدُ أَنَّكَ رَسُولُ اللهِ، قَالَ: ((وَمَا ذَاكَ؟)) قَالَ: الرَّجُلُ الَّذِي ذَكَرْتَ آنِفًا أَنَّهُ مِنْ أَهْلِ النَّارِ، فَأَعْظَمَ النَّاسُ ذَلِكَ، فَقُلْتُ: أَنَا لَكُمْ بِهِ، فَخَرَجْتُ فِي طَلَبِهِ ثُمَّ جُرِحَ جُرْحًا شَدِيدًا فَاسْتَعْجَلَ الْمَوْتَ فَوَضَعَ نَصْلَ سَيْفِهِ فِي الْأَرْضِ وَذُبَابَهُ بَيْنَ ثَدْيَيْهِ ثُمَّ تَحَامَلَ عَلَيْهِ فَقَتَلَ نَفْسَهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ ذَلِكَ: ((إِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ عَمَلَ أَهْلِ الْجَنَّةِ فِيمَا يَبْدُو لِلنَّاسِ وَهُوَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ، وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ عَمَلَ أَهْلِ النَّارِ فِيمَا يَبْدُو لِلنَّاسِ وَهُوَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ)).

["صحيح البخاري"، كتاب المغازي، باب غزوة خيبر، رقم الحديث: (۳۰۲۴)، ص۳۱۷]

ترجمۂ حدیث: حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اور مشرکوں کے درمیان کسی غزوہ میں مقابلہ ہوا، جب (بوقتِ شام) ہر فریق اپنے لشکر کی جانب واپس لوٹ گیا تو مسلمانوں میں ایک ایسا آدمی بھی تھا جو کسی مشرک کو زندہ نہ چھوڑتا بلکہ پیچھا کرکے اسے تلوار کے ذریعے موت کے گھاٹ اُتار دیتا تھا، لوگوں نے کہا: یارسول اللہ! آج جتنا کام فلاں نے دکھایا ہے اُتنا اور کسی سے نہ ہوسکا، اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((إِنَّہُ مِنْ أَہْلِ النَّارِ)) وہ تو جہنّمی ہے، مسلمانوں میں سے ایک آدمی کہنے لگا کہ میں (جائزہ لینے کی غرض سے) اس کے ساتھ رہوں گا، یہ اس کے ساتھ نکلے، جب وہ ٹھہرتا تو وہ بھی ٹھہرتے اور جب وہ دوڑتا تو یہ بھی اس کے ساتھ دوڑنے لگتے، راوی کہتے ہیں: وہ شخص شدید زخمی ہوگیا تو اس نے مرنے میں جلدی کی یعنی اپنی تلوار کو زمین پر رکھا اور نوک کو اپنے سینے کے درمیان میں رکھ کر اس پر سارا بوجھ رکھ دیا اور یوں خودکشی کرلی، نگرانی کرنے والا شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ مَیں گواہی دیتاہوں کہ آپ واقعی اللہ کے رسول ہیں، آپ نے فرمایا: کیا ہوا؟ اس نے عرض کی: آپ نے ابھی فرمایا تھا کہ وہ دوزخی ہے تو یہ بات لوگوں پر بہت گراں گزری تھی اس پر مَیں نے کہا تھا کہ اس کی حقیقت معلوم کروں گا، اسی جستجو میں اس کے ساتھ رہا پھر وہ سخت زخمی ہوگیا اور اُس نے مرنے میں جلدی کی، تلوار کی مُٹھی زمین پر رکھی اور اس کی نوک اپنے سینے کے درمیان رکھی پھر اس پر اپنا سارا بوجھ رکھ کر خودکشی کرلی، اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک آدمی لوگوں کے دیکھنے میں اہل جنّت جیسے عمل کرتا رہتا ہے لیکن وہ جہنّمی ہوتا ہے اور ایک آدمی لوگوں کے دیکھنے میں جہنّمیوں جیسے عمل کرتا رہتا ہے لیکن حقیقت میں وہ جنّتی ہوتا ہے۔

کس نے کیا کیا؟

الحدیث 17

حَدَّثَنِی عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو: حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ قَالَ: حَدَّثَنِي ثَوْرٌ: قَالَ حَدَّثَنِي سَالِمٌ مَوْلَى ابْنِ مُطِيعٍ: أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُولُ: افْتَتَحْنَا خَيْبَرَ وَلَمْ نَغْنَمْ ذَهَبًا وَلَا فِضَّةً، إِنَّمَا غَنِمْنَا الْبَقَرَ وَالْإِبِلَ وَالْمَتَاعَ وَالْحَوَائِطَ، ثُمَّ انْصَرَفْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى وَادِي الْقُرَى وَمَعَهُ عَبْدٌ لَهُ يُقَالُ لَهُ: مِدْعَمٌ، أَهْدَاهُ لَهُ أَحَدُ بَنِي الضِّبَابِ، فَبَيْنَمَا هُوَ يَحُطُّ رَحْلَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ جَاءَهُ سَهْمٌ عَائِرٌ حَتَّى أَصَابَ ذَلِكَ الْعَبْدَ، فَقَالَ النَّاسُ: هَنِيئًا لَهُ الشَّهَادَةُ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «بَلْ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنَّ الشَّمْلَةَ الَّتِي أَصَابَهَا يَوْمَ خَيْبَرَ مِنَ الْمَغَانِمِ لَمْ تُصِبْهَا الْمَقَاسِمُ لَتَشْتَعِلُ عَلَيْهِ نَارًا». فَجَاءَ رَجُلٌ حِينَ سَمِعَ ذَلِكَ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشِرَاكٍ أَوْ بِشِرَاكَيْنِ فَقَالَ: هَذَا شَيْءٌ كُنْتُ أَصَبْتُهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «شِرَاكٌ أَوْ شِرَاكَانِ مِنْ نَارٍ».

["صحيح البخاري"، كتاب المغازي، باب غزوة خيبر، رقم الحديث: (٤٢٣٤)، ص٧١٨]

ترجمۂ حدیث: سالم مولیٰ ابن مطیع کا بیان ہے کہ مَیں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سُنا کہ جب ہم نے خیبر کو فتح کر لیا تو مالِ غنیمت میں ہمیں سونا چاندی نہیں ملا تھا بلکہ گائے اونٹ، مال و متاع اور باغات وغیرہ ملے تھے جب ہم رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ساتھ واپس لوٹے اور القری نامی وادی میں آئے تو آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ساتھ ایک غلام بھی تھا جس کا نام مدعم تھا جو آپ کی خدمت میں بنی ضباب کے ایک شخص نے بطور نذرانہ پیش کیا تھا، جس وقت وہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا کجاوہ اُتار رہا تھا تو ایک تیر آیا جس کا چلانے والا نظر نہیں آتا تھا اور وہ اس غلام کو آ کر لگا، لوگوں نے کہا کہ اسے شہادت مبارک ہو، اس پر

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے، بلکہ جو چادر اس نے خیبر کے روز مالِ غنیمت سے تقسیم کے بغیر لے لی تھی وہ اس پر آگ بن کر بھڑکے گی، نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد سُن کر ایک آدمی ایک یا دو تسمے لے کر حاضر ہوا اور عرض کی کہ یہ مجھے ملا تھا، پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ ایک دو تسمے بھی آگ بن جاتے۔

حضرت اُمّ حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شہادت کی غیبی خبر

الحدیث 18

حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ يَزِيدَ الدِّمَشْقِيُّ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمْزَةَ قَالَ: حَدَّثَنِي ثَوْرُ بْنُ يَزِيدَ: عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ: أَنَّ عُمَيْرَ بْنَ الْأَسْوَدِ الْعَنْسِيَّ حَدَّثَهُ أَنَّهُ أَتَى عُبَادَةَ بْنَ الصَّامِتِ وَهُوَ نَازِلٌ فِي سَاحَةِ حِمْصَ وَهُوَ فِي بِنَاءٍ لَهُ، وَمَعَهُ أُمُّ حَرَامٍ، قَالَ عُمَيْرٌ: فَحَدَّثَتْنَا أُمُّ حَرَامٍ أَنَّهَا سَمِعَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: ((أَوَّلُ جَيْشٍ مِنْ أُمَّتِي يَغْزُونَ الْبَحْرَ قَدْ أَوْجَبُوا))، قَالَتْ أُمُّ حَرَامٍ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ أَنَا فِيهِمْ؟ قَالَ: ((أَنْتِ فِيهِمْ))، ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((أَوَّلُ جَيْشٍ مِنْ أُمَّتِي يَغْزُونَ مَدِينَةَ قَيْصَرَ مَغْفُورٌ لَهُمْ))، فَقُلْتُ: أَنَا فِيهِمْ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: ((لَا)).

[”صحيح البخاري“، كتاب الجهاد والسير، باب ما قيل في قتال الروم، رقم الحديث: ۲۹۲۴، ص ۴۸۳]

ترجمۂ حدیث: عمیر نے کہا کہ پھر ہمیں اُمِّ حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بتایا کہ انہوں نے نبی پاک ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے: میری امّت میں پہلا لشکر جو سمندر کے راستے جہاد کرے گا وہ (اپنے لیے جنّت) واجب کرلے گا، اُمِّ حرام فرماتی ہیں: مَیں نے عرض کی: یارسول اللہ! کیا مَیں ان میں ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”ہاں، تم ان میں سے ہو“ پھر نبی کریم

ﷺ نے فرمایا: ”میری امّت کا جو پہلا لشکر قیصر کے شہر میں جہاد کرے گا، وہ بخشا ہوا ہے“، مَیں نے عرض کی: کیا مَیں ان میں ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا: ” نہیں“ ۔

بخاری شریف کی ایک دوسری روایت میں درج ذیل کلمات ہیں:

فَرَكِبَتِ الْبَحْرَ فِي زَمَنِ مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ فَصُرِعَتْ عَنْ دَابَّتِهَا حِينَ خَرَجَتْ مِنَ الْبَحْرِ فَهَلَكَتْ.

[”صحيح البخاري“، كتاب الجهاد والسير، باب الدعاء بالجهاد والشهادة للرجال والنساء، رقم الحديث: (۲۷۸۸)، ص ۴۶۲]

ترجمۂ حدیث: حضرت اُمِّ حرام حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے زمانے میں سمندر کے راستے جہاد میں گئیں، سمندر پار کرکے جب خشکی پر اتریں چوپائے پر سوار ہوئیں، اسی دوران وہ اپنی سواری سے گر کر وفات پا گئیں۔
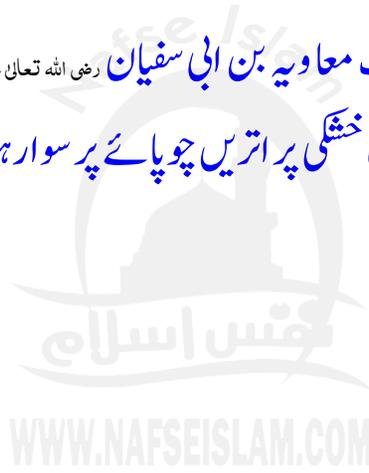
حضرت عمر فاروق اور عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی شہادت کی غیبی خبر

الحدیث 19

حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ سَعِيدٍ، عَنْ قَتَادَةَ: أَنَّ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ حَدَّثَهُمْ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَعِدَ أُحُدًا وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ، فَرَجَفَ بِهِمْ، فَقَالَ: ((اثْبُتْ أُحُدُ، فَإِنَّمَا عَلَيْكَ نَبِيٌّ وَصِدِّيقٌ وَشَهِيدَانِ)).

["صحيح البخاري"، كتاب فضائل أصحاب النبيّ صلّى اللّه عليه وسلّم، باب قول النبيّ صلّى اللّه عليه وسلّم: ((لو كنت متخذا خليلا))، رقم الحديث: (٣٦٧٥)، ص٦١٧]

ترجمۂ حدیث: حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ اُحد پہاڑ پر چڑھے اور ابو بکر، عمر اور عثمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) بھی ساتھ پہاڑ پر چڑھے تو پہاڑ لرزنے لگا نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اے احد! ٹھہر جا، تجھ پر ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کو، اللہ عزوجل کی عطا سے اس بات کا علم غیب تھا کہ حضرت عمر و عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما شہید ہونگے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ طبعی طور پر وفات پائیں گے۔

صحابۂ کرام کی نعت خوانی اور بیانِ غیب دانی

الحدیث 20

حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ يُونُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي الْهَيْثَمُ بْنُ أَبِي سِنَانٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَهُوَ يَقُصُّ فِي قَصَصِهِ، وَهُوَ يَذْكُرُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّ أَخًا لَكُمْ لَا يَقُولُ الرَّفَثَ" يَعْنِي بِذَلِكَ عَبْدَ اللهِ بْنَ رَوَاحَةَ:

وَفِينَا رَسُولُ اللَّهِ يَتْلُو كِتَابَهُ
إِذَا انْشَقَّ مَعْرُوفٌ مِنْ الْفَجْرِ سَاطِعُ
أَرَانَا الْهُدَى بَعْدَ الْعَمَى فَقُلُوبُنَا
بِهِ مُوقِنَاتٌ أَنَّ مَا قَالَ وَاقِعُ
يَبِيتُ يُجَافِي جَنْبَهُ عَنْ فِرَاشِهِ
إِذَا اسْتَثْقَلَتْ بِالْمُشْرِكِينَ الْمَضَاجِعُ

["صحيح البخاري"، كتاب التهجّد، باب فضل من تعار من اللّيل فصلّى، رقم الحديث: (١١٥٥)، ص١٨٥]

ترجمۂ حدیث: ابن شہاب سے روایت ہے ہیثم بن ابو سنان نے مجھے بتایا کہ انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا جب کہ وہ واقعات بیان کر رہے تھے، اس دوران انہوں نے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا ذکر کرتے ہوئے یوں کہا: تمہارے بھائی یعنی حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ فضول بات نہیں کہتے (یہ کہہ کر حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے درج ذیل اشعار پڑھے):

وَفِينَا رَسُولُ اللهِ يَتْلُو كِتَابَهُ

إِذَا انْشَقَّ مَعْرُوفٌ مِنَ الْفَجْرِ سَاطِعُ

ترجمہ: ہمارے درمیان اللہ کے رسول ہیں جو اس کی کتاب (یعنی قرآن) کی تلاوت کرتے ہیں جب روشن فجر طلوع ہو جاتی ہے۔

أَرَانَا الْهُدَى بَعْدَ الْعَمَى فَقُلُوبُنَا
بِهِ مُوقِنَاتٌ أَنَّ مَا قَالَ وَاقِعُ

ترجمہ: ہمیں جہالت کے بعد راہِ ہدایت دکھائی اور ہمارے دل یقین رکھتے ہیں کہ انہوں نے جو فرمایا ہے ہو کر رہے گا۔

يَبِيتُ يُجَافِي جَنْبَهُ عَنْ فِرَاشِهِ
إِذَا اسْتَثْقَلَتْ بِالْمُشْرِكِينَ الْمَضَاجِعُ

ترجمہ: وہ رات گزارتے ہیں تو بستر سے ان کی کروٹ جدا ہوتی ہے جب کہ مشرکین بستر پر بوجھ بنے رہتے ہیں۔

سبحان **اللہ**! کتنا پاکیزہ اور مبارک دور تھا جب صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم آپس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث کا درس دیتے تھے، ان دروس میں واقعات کے ساتھ ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح وثناء والے اشعار بھی ہوتے تھے، مذکورہ شعر سے صحابۂ کرام کا عقیدہ واضح وروشن ہو رہا ہے جس کا یہ حضرات برملا اظہار کرتے تھے کہ ہمارے دل اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آئندہ ہونے والے واقعات کے متعلق جو غیبی خبریں دیتے ہیں وہ ضرور واقع ہونیوالی ہیں۔

چھپے ہوئے خط کی غیبی خبر

الحدیث 21

حَدَّثَنِی إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِیمَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ إِدْرِیسَ قَالَ: سَمِعْتُ حُصَیْنَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَیْدَةَ، عَنْ أَبِی عَبْدِ الرَّحْمَنِ السُّلَمِیِّ، عَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: بَعَثَنِی رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَأَبَا مَرْثَدٍ الْغَنَوِیَّ وَالزُّبَیْرَ بْنَ الْعَوَّامِ وَكُلُّنَا فَارِسٌ۔ قَالَ: ((انْطَلِقُوا حَتَّى تَأْتُوا رَوْضَةَ خَاخٍ فَإِنَّ بِهَا امْرَأَةً مِنَ الْمُشْرِكِینَ مَعَهَا كِتَابٌ مِنْ حَاطِبِ بْنِ أَبِی بَلْتَعَةَ إِلَى الْمُشْرِكِینَ)). فَأَدْرَكْنَاهَا تَسِیرُ عَلَى بَعِیرٍ لَهَا حَیْثُ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، فَقُلْنَا: الْكِتَابَ، فَقَالَتْ: مَا مَعَنَا كِتَابٌ، فَأَنَخْنَاهَا فَالْتَمَسْنَا فَلَمْ نَرَ كِتَابًا، فَقُلْنَا: مَا كَذَبَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، لَتُخْرِجِنَّ الْكِتَابَ أَوْ لَنُجَرِّدَنَّكِ، فَلَمَّا رَأَتِ الْجِدَّ أَهْوَتْ إِلَى حُجْزَتِهَا وَهِیَ مُحْتَجِزَةٌ بِكِسَاءٍ فَأَخْرَجَتْهُ، فَانْطَلَقْنَا بِهَا إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ۔

[''صحیح البخاري''، كتاب المغازي، باب فضل من شهد بدرًا، رقم الحدیث: (۳۸۹۳)، ص۲۷۶]

ترجمۂ حدیث: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول **اللہ** صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے مجھے، حضرت ابو مرثد غنوی اور حضرت زبیر بن عوام کو بھیجا اور ہم سب گھوڑوں پر سوار تھے ہمیں حکم فرمایا کہ سوار ہو کر جاؤ یہاں تک کہ جب مقام روضۂ خاخ کے پاس پہنچو گے تو وہاں مشرکین کی ایک عورت ہو گی، جس کے پاس حاطب بن ابی بلتعہ کا خط ہے جو مشرکین کیلئے لکھا گیا ہے (حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب ہم وہاں پہنچے تو واقعی) ہم نے ایک عورت کو جو اونٹ پر سوار ہو کر جا رہی تھی

وہیں پایا جہاں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا، پھر ہم نے اس سے کہا کہ خط کہاں ہے؟ وہ کہنے لگی میرے پاس تو کوئی خط نہیں ہے، ہم نے اونٹ کو بٹھا کر تلاشی لی ہمیں کوئی خط نظر نہیں آیا، اس پر ہم نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے کبھی جھوٹ نہیں بولا لہذا یا تو خط نکال ورنہ (خط کی تلاشی کے لئے) ہم تیرے کپڑے اتاریں گے، جب اس نے ہماری سختی دیکھی تو اپنے نیفے کے اندر سے ایک خط نکالا جو کپڑے میں لپٹا ہوا تھا، ہم اس عورت کو گرفتار کرکے رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں لے آئے۔

حضرت علی اور دیگر صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنھم نے ایسے کئی واقعات ملاحظہ فرمائے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے جو بھی غیبی خبر دی وہ پوری ہو کر رہی، انہیں یہ یقین کامل حاصل تھا کہ ہر چیز میں تبدیلی آسکتی ہے لیکن رسول ﷺ نے جو بات اپنی زبان حق ترجمان سے فرمادی ہے اس میں تبدیلی نہیں ہوسکتی۔

مکّہ مکرّمہ میں ہونے والی صحابۂ کرام رضی اللہ عنھم کی شہادت کی مدینہ منوّرہ میں غیبی خبر

الحدیث ۲۲

حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ أَبِي سُفْيَانَ بْنِ أَسِيدِ بْنِ جَارِيَةَ الثَّقَفِيُّ - وَهُوَ حَلِيفٌ لِبَنِي زُهْرَةَ وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: بَعَثَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشَرَةَ رَهْطٍ سَرِيَّةً عَيْنًا، وَأَمَّرَ عَلَيْهِمْ عَاصِمَ بْنَ ثَابِتٍ الْأَنْصَارِيَّ - جَدَّ عَاصِمِ

بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ۔ فَانْطَلَقُوا حَتَّى إِذَا كَانُوا بِالْهَدَأَةِ۔ وَهُوَ بَيْنَ عُسْفَانَ وَمَكَّةَ۔ ذُكِرُوا لِحَيٍّ مِنْ هُذَيْلٍ يُقَالُ لَهُمْ: بَنُو لَحْيَانَ، فَنَفَرُوا لَهُمْ قَرِيبًا مِنْ مِائَتَيْ رَجُلٍ كُلُّهُمْ رَامٍ، فَاقْتَصُّوا آثَارَهُمْ حَتَّى وَجَدُوا مَأْكَلَهُمْ تَمْرًا تَزَوَّدُوهُ مِنَ الْمَدِينَةِ فَقَالُوا: هَذَا تَمْرُ يَثْرِبَ، فَاقْتَصُّوا آثَارَهُمْ، فَلَمَّا رَآهُمْ عَاصِمٌ وَأَصْحَابُهُ لَجَءُوا إِلَى فَدْفَدٍ، وَأَحَاطَ بِهِمُ الْقَوْمُ، فَقَالُوا لَهُمْ: انْزِلُوا وَأَعْطُونَا بِأَيْدِيكُمْ، وَلَكُمُ الْعَهْدُ وَالْمِيثَاقُ وَلَا نَقْتُلُ مِنْكُمْ أَحَدًا، قَالَ عَاصِمُ بْنُ ثَابِتٍ أَمِيرُ السَّرِيَّةِ: أَمَّا أَنَا فَوَاللَّهِ لَا أَنْزِلُ الْيَوْمَ فِي ذِمَّةِ كَافِرٍ، اللَّهُمَّ أَخْبِرْ عَنَّا نَبِيَّكَ، فَرَمَوْهُمْ بِالنَّبْلِ فَقَتَلُوا عَاصِمًا فِي سَبْعَةٍ، فَنَزَلَ إِلَيْهِمْ ثَلَاثَةُ رَهْطٍ بِالْعَهْدِ وَالْمِيثَاقِ مِنْهُمْ خُبَيْبٌ الْأَنْصَارِيُّ وَابْنُ دَثِنَةَ وَرَجُلٌ آخَرُ، فَلَمَّا اسْتَمْكَنُوا مِنْهُمْ أَطْلَقُوا أَوْتَارَ قِسِيِّهِمْ فَأَوْثَقُوهُمْ، فَقَالَ الرَّجُلُ الثَّالِثُ: هَذَا أَوَّلُ الْغَدْرِ، وَاللَّهِ لَا أَصْحَبُكُمْ إِنَّ لِي فِي هَؤُلَاءِ لَأُسْوَةً۔ يُرِيدُ الْقَتْلَى۔ فَجَرَّرُوهُ وَعَالَجُوهُ عَلَى أَنْ يَصْحَبَهُمْ، فَأَبَى فَقَتَلُوهُ، فَانْطَلَقُوا بِخُبَيْبٍ وَابْنِ دَثِنَةَ حَتَّى بَاعُوهُمَا بِمَكَّةَ بَعْدَ وَقْعَةِ بَدْرٍ، فَابْتَاعَ خُبَيْبًا بَنُو الْحَارِثِ بْنِ عَامِرِ بْنِ نَوْفَلِ بْنِ عَبْدِ مَنَافٍ، وَكَانَ خُبَيْبٌ هُوَ قَتَلَ الْحَارِثَ بْنَ عَامِرٍ يَوْمَ بَدْرٍ، فَلَبِثَ خُبَيْبٌ عِنْدَهُمْ أَسِيرًا، فَأَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عِيَاضٍ: أَنَّ بِنْتَ الْحَارِثِ أَخْبَرَتْهُ: أَنَّهُمْ حِينَ اجْتَمَعُوا اسْتَعَارَ مِنْهَا مُوسَى يَسْتَحِدُّ بِهَا فَأَعَارَتْهُ، فَأَخَذَ ابْنًا لِي وَأَنَا غَافِلَةٌ حِينَ أَتَاهُ، قَالَتْ: فَوَجَدْتُهُ مُجْلِسَهُ عَلَى فَخِذِهِ وَالْمُوسَى بِيَدِهِ، فَفَزِعْتُ فَزْعَةً عَرَفَهَا خُبَيْبٌ فِي وَجْهِي، فَقَالَ: تَخْشَيْنَ أَنْ أَقْتُلَهُ؟ مَا كُنْتُ لِأَفْعَلَ ذَلِكَ. وَاللَّهِ مَا رَأَيْتُ أَسِيرًا قَطُّ خَيْرًا مِنْ خُبَيْبٍ، وَاللَّهِ لَقَدْ وَجَدْتُهُ يَوْمًا يَأْكُلُ مِنْ قِطْفِ عِنَبٍ فِي يَدِهِ وَإِنَّهُ لَمُوثَقٌ فِي الْحَدِيدِ وَمَا بِمَكَّةَ مِنْ ثَمَرٍ، وَكَانَتْ تَقُولُ: إِنَّهُ لَرِزْقٌ مِنَ اللَّهِ رَزَقَهُ خُبَيْبًا، فَلَمَّا خَرَجُوا مِنَ الْحَرَمِ لِيَقْتُلُوهُ فِي الْحِلِّ قَالَ لَهُمْ خُبَيْبٌ: ذَرُونِي أَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ، فَتَرَكُوهُ فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ قَالَ: لَوْلَا أَنْ تَظُنُّوا أَنَّ مَا بِي جَزَعٌ لَطَوَّلْتُهَا، اللَّهُمَّ أَحْصِهِمْ عَدَدًا:

مَا أُبَالِي حِينَ أُقْتَلُ مُسْلِمًا

عَلَى أَيِّ شِقٍّ كَانَ لِلّٰهِ مَصْرَعِي

وَذٰلِكَ فِي ذَاتِ الْإِلٰهِ وَإِنْ يَشَأْ

يُبَارِكْ عَلَى أَوْصَالِ شِلْوٍ مُمَزَّعِ

فَقَتَلَهُ ابْنُ الْحَارِثِ، فَكَانَ خُبَيْبٌ هُوَ سَنَّ الرَّكْعَتَيْنِ لِكُلِّ امْرِءٍ مُسْلِمٍ قُتِلَ صَبْرًا، فَاسْتَجَابَ اللّٰهُ لِعَاصِمِ بْنِ ثَابِتٍ يَوْمَ أُصِيبَ، فَأَخْبَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَصْحَابَهُ خَبَرَهُمْ وَمَا أُصِيبُوا، وَبَعَثَ نَاسٌ مِنْ كُفَّارِ قُرَيْشٍ إِلَى عَاصِمٍ حِينَ حُدِّثُوا أَنَّهُ قُتِلَ لِيُؤْتَوْا بِشَيْءٍ مِنْهُ يُعْرَفُ، وَكَانَ قَدْ قَتَلَ رَجُلًا مِنْ عُظَمَاءِهِمْ يَوْمَ بَدْرٍ، فَبُعِثَ عَلَى عَاصِمٍ مِثْلُ الظُّلَّةِ مِنَ الدَّبْرِ فَحَمَتْهُ مِنْ رَسُولِهِمْ فَلَمْ يَقْدِرُوا عَلَى أَنْ يَقْطَعَ مِنْ لَحْمِهِ شَيْءًا.

["صحيح البخاري"، كتاب الجهاد والسير، باب هل يستأسر الرجل ومن لم يستأسر ومن ركع ركعتين عند القتل، رقم الحديث: (٣٠٤٥)، ص٥٠٣]

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ایک سریہ (وہ فوجی دستہ جس میں رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے شرکت نہ فرمائی ہو) روانہ فرمایا جو دس آدمیوں پر مشتمل تھا اور حضرت عاصم بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان پر امیر مقرر فرمایا، جو حضرت عمر بن خطاب کے صاحب زادے عاصم کے نانا ہیں وہ چل پڑے، یہاں تک کہ جب وہ مقام ہُداۃ پر پہنچے جو عسفان اور مکۂ مکرمہ کے درمیان ہے تو بنو ہذیل کے قبیلہ لحیان کو ان کا پتہ چل گیا، انہوں نے اِن حضرات کی خاطر تقریباً دو سو آدمی روانہ کیے جو سب کے سب تیر انداز تھے، وہ اِن کے قدموں کے نشانات دیکھ کر چلتے رہے، یہاں تک کہ انہوں نے جو کھجوریں کھائی تھیں، جن کو یہ مدینۂ منوّرہ سے بطورِ زادِ راہ لائے تھے اِن کی گٹھلیاں دیکھ کر کہنے لگے: یہ تو

یثرب کی کھجور ہے، وہ نشانات کو دیکھ کر چلتے رہے یہاں تک کہ انہوں نے حضرت عاصم اور ان کے ساتھیوں کو دیکھ لیا، یہ حضرات پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ گئے، ان لوگوں نے انہیں گھیرے میں لے لیا اور کہنے لگے: نیچے اتر آؤ اور ہمارے ہاتھ میں ہاتھ دے دو، ہم تمہارے ساتھ پکا عہد و پیمان کرتے ہیں کہ تم میں سے کسی ایک کو بھی ہم قتل نہیں کریں گے، امیرِ سریہ حضرت عاصم بن ثابت نے فرمایا: لیکن اللہ کی قسم! مَیں تو آج کسی کافر کی ذمہ داری پر نہیں اتروں گا، اے اللہ! ہماری خبر اپنے نبی تک پہنچادے، پھر انہوں نے تیروں کی بوچھاڑ کر دی اور سات آدمیوں کو شہید کر دیا، جن میں حضرت عاصم بھی تھے، باقی تین حضرات ان کے عہد و پیمان پر یقین کر کے نیچے اتر آئے، جن میں حضرت خُبَیب انصاری اور ابن دَثِنہ اور ایک آدمی اور جب یہ حضرات کفار کے قبضے میں آگئے تو انہوں نے انہیں کمانوں کے تانت سے باندھ لیا، تیسرے صاحب فرمانے لگے کہ یہ بد عہدی کی ابتداء ہے لہذا مَیں تمہارے ساتھ نہیں جاسکتا، مَیں اپنے ساتھیوں کی پیروی کروں گا جو جام شہادت نوش فرما گئے ہیں، کافر اِنہیں اپنے ساتھ لے جانے کی کوشش کر رہے تھے اور یہ جانے پر آمادہ نہیں ہوتے تھے، آخرکار انہیں شہید کر دیا گیا پھر وہ حضرت خُبَیب اور حضرت ابن دَثِنہ کو لے گئے یہاں تک کہ مکّہ مکّرمہ میں لے جاکر فروخت کر دیا، یہ واقعہ غزوۂ بدر کے بعد پیش آیا تھا، حضرت خُبَیب کو حارث بن عامر بن نوفل کے بیٹے نے خرید لیا کیونکہ انہوں نے حارث کو جنگِ بدر میں قتل کیا تھا، خُبَیب ان کی قید میں تھے (راویٔ حدیث امام زہری فرماتے ہیں:) مجھے عبید اللہ بن عیاض نے خبر دی کہ اِنہیں زینب بنتِ حارث نے بتایا کہ جب لوگ خُبَیب کو قتل کرنے کی غرض سے جمع ہونے لگے تو انہوں نے مجھ سے اُسترا مانگا تاکہ ناپاکی دور کریں مَیں نے انہیں دے دیا پھر انہوں نے میرے ایک بچّے کو پکڑ لیا اور مَیں بے خبر تھی، جب میں ان کے پاس گئی تو دیکھا کہ انہوں نے بچے کو اپنی ران پر بٹھایا ہوا ہے اور اُسترا ہاتھ میں ہے، میرے اوسان خطا ہو گئے تو خُبَیب نے میرے چہرے سے دلی کیفیت جان لی فرمایا: تم اس لیے ڈر رہی ہو کہ مَیں اس بچے کو قتل کر دوں گا، مَیں ایسا ہرگز نہیں کروں گا، (زینب بنتِ حارث کہتیں ہیں:) اللہ کی قسم! مَیں نے خبیب سے اچھا قیدی نہیں دیکھا، ایک روز مَیں نے انہیں دیکھا کہ اپنے ہاتھ میں انگوروں کا گچھا پکڑ کر اس میں سے انگور کھا رہے ہیں حالانکہ وہ زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے اور مکّہ مکّرمہ میں اس وقت یہ پھل دستیاب نہیں تھا، وہ کہتی تھیں جب وہ لوگ انہیں قتل کرنے کے لیے حرم سے باہر لے گئے تو خُبَیب نے ان سے کہا کہ مجھے اتنی دیر کے لیے چھوڑ دو کہ دو رکعت نماز ادا کرلوں، پھر فرمایا: مجھے اس بات کا

اندیشہ ہے کہ تم کہو گے کہ موت سے ڈر کر نماز لمبی کر رہا ہے ورنہ میں نماز کو طول دیتا، اے اللہ! انہیں چن چن کر مارنا (پھر آپ نے درج ذیل اشعار کہے:

مَا أُبَالِي حِينَ أُقْتَلُ مُسْلِمًا

عَلَى أَيِّ شِقٍّ كَانَ لِلّٰهِ مَصْرَعِي

ترجمہ: جب مَیں مسلمان ہونے کی حالت میں مارا جاؤں تو مجھے اس بات کی کوئی پروا نہیں کہ مجھے کس پہلو پر گرایا جائے گا۔

وَذٰلِكَ فِي ذَاتِ الْإِلٰهِ وَإِنْ يَشَأْ

يُبَارِكْ عَلَى أَوْصَالِ شِلْوٍ مُمَزَّعِ

ترجمہ: اللہ کی راہ میں مَیں مارا جا رہا ہوں اور اگر اللہ چاہے گا تو میرے کٹے ہوئے جوڑوں میں برکت دے دے (یعنی ان اعضاء کو دشمنوں سے محفوظ رکھے)۔

پھر حارث کے بیٹے نے انہیں قتل کر دیا، خبیب ہی وہ شخص ہیں جنہوں نے ہر اُس مسلمان مرد کے لیے جو قیدی بنا کر قتل کیا جائے یہ رسم جاری فرمائی کہ پہلے دو رکعت نماز پڑھ لے، ادھر حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دعا بھی اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی جو انہوں نے شہادت کے روز مانگی تھی "فَأَخْبَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَصْحَابَهُ خَبَرَهُمْ وَمَا أُصِيبُوا"، چنانچہ نبی کریم ﷺ نے (مدینۂ منورہ میں) اپنے اصحاب کو سب کچھ بتا دیا جو ان پر گزری، کفارِ قریش کو جب حضرت عاصم کے قتل ہو جانے کی خبر ہوئی تو انہوں نے چند آدمی بھیجے تاکہ عاصم کے جسم کا کوئی حصہ لے کر آئیں جس سے اس قتل کا اطمینان ہو کیونکہ انہوں نے قریش کے سرداروں میں سے ایک آدمی (عقبہ بن ابی معیط) کو جنگِ بدر میں موت کے گھاٹ اتارا تھا، اللہ تعالیٰ نے حضرت عاصم کے پاس بھِڑوں کو مقرر فرما دیا جنہوں نے قریش کے بھیجے ہوئے آدمیوں سے انہیں محفوظ رکھا۔

مستقبل میں کافروں پر حملہ کرنے کی غیبی خبر

غزوۂ خندق جسے احزاب بھی کہتے ہیں شوال سن ۴ یا ۵ ہجری میں واقع ہوا، جس میں کفّار قریش کا دس بارہ ہزار کا لشکر مسلمانوں کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کے لیے حملہ آور ہوا تھا، خندق کی وجہ سے انہیں کئی روز مدینۂ منوّرہ کے گرد محاصرہ کرنا پڑا، **اللّٰہ** سبحانہ وتعالیٰ نے مسلمانوں کی غیبی مدد فرمائی اور تیز ہوا بھیجی جس نے نہایت سرد اور اندھیری رات میں کفّار کے خیمے گرادے ئے، آخرکار بارہ ہزار کا لشکر بھاگ نکلا، کفّار کی اس رسوائی کے بعد اللہ عزوجل کے محبوب ﷺ نے اپنے جان نثار صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو مستقبل میں مسلمانوں کو حاصل ہونے والی کامیابیوں کے متعلق غیبی خبر دیتے ہوئے جو ارشاد فرمایا اسے امام بخاری ان الفاظ میں روایت کرتے ہیں:

الحدیث 23

حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ صُرَدٍ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْأَحْزَابِ: ((نَغْزُوهُمْ وَلَا يَغْزُونَنَا)).

["صحيح البخاري"، كتاب المغازي، باب غزوة الخندق، برقم: (٤١٠٩)، ص٦٩٧]

ترجمۂ حدیث: حضرت سلیمان بن صُرَد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جنگِ احزاب کے دنوں میں فرمایا کہ اب ہم ان لوگوں پر چڑھائی کریں گے اور یہ ہم پر کبھی چڑھائی نہیں کر سکیں گے۔

تاریخ گواہ ہے کہ غزوۂ احزاب کے بعد مشرکین مکّہ پھر کبھی حملہ نہ کر سکے۔ یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ مکّہ معظّمہ میں صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے عظیم الشان لشکر کے ہمراہ فاتحانہ شان سے داخل ہوئے اور ہمیشہ کے لیے کفر و شرک کی گندگی سے بیت اللہ کو پاک ستھرا کر دیا۔

بت شکن آیا یہ کہہ کر سر کے بل بُت گر پڑے
جھوم کر کہتا تھا کعبہ الصلاۃ والسلام

چھپے ہوئے کھانے کی غیبی خبر

الحدیث 24

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ: أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ: قَالَ أَبُو طَلْحَةَ لِأُمِّ سُلَيْمٍ: لَقَدْ سَمِعْتُ صَوْتَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَعِيفًا أَعْرِفُ فِيهِ الْجُوعَ فَهَلْ عِنْدَكِ مِنْ شَيْءٍ؟ قَالَتْ: نَعَمْ، فَأَخْرَجَتْ أَقْرَاصًا مِنْ شَعِيرٍ ثُمَّ أَخْرَجَتْ خِمَارًا لَهَا فَلَفَّتِ الْخُبْزَ بِبَعْضِهِ ثُمَّ دَسَّتْهُ تَحْتَ يَدِي وَلَاثَتْنِي بِبَعْضِهِ ثُمَّ أَرْسَلَتْنِي إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: فَذَهَبْتُ بِهِ، فَوَجَدْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ وَمَعَهُ النَّاسُ، فَقُمْتُ عَلَيْهِمْ فَقَالَ لِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «آرْسَلَكَ أَبُو طَلْحَةَ؟»، فَقُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: «بِطَعَامٍ؟»، فَقُلْتُ: نَعَمْ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمَنْ مَعَهُ: «قُومُوا»، فَانْطَلَقَ وَانْطَلَقْتُ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ حَتَّى جِئْتُ أَبَا طَلْحَةَ فَأَخْبَرْتُهُ فَقَالَ أَبُو طَلْحَةَ: يَا أُمَّ سُلَيْمٍ، قَدْ جَاءَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالنَّاسِ وَلَيْسَ عِنْدَنَا مَا نُطْعِمُهُمْ؟ فَقَالَتْ: اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ. فَانْطَلَقَ أَبُو طَلْحَةَ حَتَّى لَقِيَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَقْبَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبُو طَلْحَةَ مَعَهُ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «هَلُمِّي يَا أُمَّ سُلَيْمٍ مَا عِنْدَكِ»، فَأَتَتْ بِذَلِكَ الْخُبْزِ، فَأَمَرَ بِهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

فَفُتَّ، وَعَصَرَتْ أُمُّ سُلَيْمٍ عُكَّةً فَأَدَمَتْهُ ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهِ مَا شَاءَ اللهُ أَنْ يَقُولَ ثُمَّ قَالَ: ((ائْذَنْ لِعَشَرَةٍ))، فَأَذِنَ لَهُمْ فَأَكَلُوا حَتَّى شَبِعُوا ثُمَّ خَرَجُوا. ثُمَّ قَالَ: ((ائْذَنْ لِعَشَرَةٍ))، فَأَذِنَ لَهُمْ فَأَكَلُوا حَتَّى شَبِعُوا ثُمَّ خَرَجُوا، ثُمَّ قَالَ: ((ائْذَنْ لِعَشَرَةٍ))، فَأَذِنَ لَهُمْ فَأَكَلُوا حَتَّى شَبِعُوا ثُمَّ خَرَجُوا. ثُمَّ قَالَ: ((ائْذَنْ لِعَشَرَةٍ))، فَأَكَلَ الْقَوْمُ كُلُّهُمْ وَشَبِعُوا، وَالْقَوْمُ سَبْعُونَ أَوْ ثَمَانُونَ رَجُلًا.

["صحيح البخاري"، كتاب المناقب، باب علامات النبوّة في الإسلام، رقم الحديث: (٨٧٥٣)، ص٦٠٠]

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں حضرت ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت اُمّ سلیم (والدۂ حضرت انس) سے فرمایا: مَیں نے رسول اللہ ﷺ کی آواز سنی جس میں کمزوری محسوس ہو رہی ہے، میرا خیال ہے کہ آپ ﷺ بھوکے ہیں، کیا تمہارے پاس کوئی کھانے کی چیز ہے؟ انہوں نے اثبات میں جواب دیا: ہاں، اور چند جَو کی روٹیاں نکال لائیں، پھر اپنی چادر نکالی اور اس کے ایک پلّے میں روٹیاں لپیٹ دیں، پھر روٹیاں میرے (یعنی حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے سپرد کر کے چادر کا باقی حصّہ مجھے اڑا دیا اور مجھے رسول اللہ ﷺ کی جانب روانہ کیا، مَیں روٹیاں لے کر گیا، رسول اللہ ﷺ کو مسجد میں پایا، رسول اللہ ﷺ کے گرد چند صحابہ بھی موجود تھے، مَیں ان کے پاس کھڑا ہو گیا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((آرْسَلَكَ أَبُو طَلْحَة؟)) کیا تمہیں ابو طلحہ نے بھیجا ہے؟ مَیں نے جواب دیا: ہاں آپ ﷺ نے فرمایا: ((بِطَعَامٍ؟)) یعنی کھانا دیکر؟ عرض گزار ہوا: ہاں، اس پر رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب سے فرمایا: کھڑے ہو جاؤ، آپ ﷺ چل پڑے، مَیں ان سے آگے چل دیا اور جا کر حضرت ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بتایا، حضرت ابو طلحہ نے فرمایا: اے اُمِّ سلیم! رسول اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم لوگوں کو لے کر غریب خانے میں تشریف لا رہے ہیں اور ہمارے پاس کھلانے کے لئے کچھ بھی نہیں ہے، اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا نے کہا: **اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ** یعنی اللہ اور اسکے رسول بہتر جانتے ہیں صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم، ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فوراً رسول اللہ ﷺ کے استقبال کو نکل کھڑے ہوئے، یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس جا پہنچے، اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو طلحہ کو ساتھ لیا اور ان کے گھر جلوہ فرما ہو گئے، پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے اُمّ سلیم! جو کچھ تمہارے پاس ہے لے آؤ، انہوں نے وہی روٹیاں حاضر خدمت کر دیں، پھر رسول اللہ ﷺ نے روٹیوں کے ٹکڑے کرنے کا حکم دیا اور حضرت اُمّ سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سالن کی جگہ

کُپّی سے سارا گھی نکال لیا، پھر رسول اللہ ﷺ نے کچھ پڑھا، جتنا اللہ تعالیٰ نے چاہا، پھر فرمایا: دس آدمیوں کو کھانے کے لیے بلالو، پس انہوں نے سیر ہو کر کھانا کھالیا اور پھر چلے گئے، پھر فرمایا: دس آدمیوں کو کھانے کے لئے اور بلالو چنانچہ وہ بھی سیر ہو کر چلے گئے، پھر فرمایا: دس آدمیوں کو کھانے کے لیے اور بلالو، چنانچہ وہ بھی شکم سیر ہو کر چلے گئے، پھر دس آدمیوں کو بلانے کا حکم دیا اور اسی طرح تمام صحابہ نے پیٹ بھر کر کھانا کھایا، جملہ مہمان ستر ۷۰ یا اسّی ۸۰ تھے۔

مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ

"لَقَدْ سَمِعْتُ صَوْتَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَعِيفًا أَعْرِفُ فِيهِ الْجُوعَ"

یعنی " مَیں نے رسول اللہ ﷺ کی آواز سنی جس میں کمزوری محسوس ہو رہی ہے "

کے تحت فرماتے ہیں:

حضورانور کی آواز میں ضعف ہے معلوم ہوتا ہے کہ کئی دن سے کھانا نہیں کھایا ہے (یاد رہے کہ) اگر حضورانور روزے کی نیّت سے عرصۂ دراز تک بالکل نہ کھائیں تو مطلقاً ضعف محسوس نہیں ہو گا لیکن اگر بغیر روزہ کی نیت کے کھانا ترک فرمادیں تو بشریت کا ظہور ہو گا اور ضعف ظاہر ہو گا (پھر فرماتے ہیں) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ مجمع دیکھ کر روٹیاں پیش کرنے کی ہمت نہ کی، پونجی تھوڑی، مقام شاندار، عشاق کی بھیڑ بہت زیادہ تھی مگر وہاں کون سی چیز مخفی تھی جسے عرش و فرش کی خبر ہے، اسے حضرت انس کی بغل کی روٹیوں کی خبر کیوں نہ ہو! سب کچھ بتایا کہ تم کو ابو طلحہ نے بھیجا ہے اور روٹیاں دیکر بھیجا ہے۔

("مراۃ المنا جیح"، ج۸، ص ۲۱۷)

حضرت اُمِّ سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فکر مند ہونے پر فرمایا:

اللہ و رسولہ أعلمیعنی

اللہ اور اس کے رسول زیادہ جانتے ہیں،

تمام صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہی عادت تھی، جس کے بارے میں انہیں معلوم نہ ہوتا فرمایا کرتے: **اللہ و رسولہ أعلم**. کیا کسی کی یہاں مجال ہے کہ وہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس قول میں شرک یعنی رسول اللہ ﷺ کے علم کو اللہ کے علم لامتناہی سے برابر کر دینے کا وہم کرے! اسی طرح اہلسنّت کا نبی کریم ﷺ کے لیے اللہ عزوجل کی عطا سے علم غیب ماننے میں برابری کا تصور نہیں ہو سکتا کیونکہ کوئی مسلمان جناب رسالت مآب ﷺ کے علم غیب شریف کو ذاتی اور اللہ عزوجل کے علم غیب لامتناہی کے برابر نہیں مانتا۔

مستقبل میں امن وامان کی غیبی خبر

الحدیث 25

حَدَّثَنِی مُحَمَّدُ بْنُ الْحَكَمِ: أَخْبَرَنَا النَّضْرُ: أَخْبَرَنَا إِسْرَائِيلُ: أَخْبَرَنَا سَعْدٌ الطَّائِيُّ: أَخْبَرَنَا مُحِلُّ بْنُ خَلِيفَةَ عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ قَالَ: بَيْنَا أَنَا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ أَتَاهُ رَجُلٌ فَشَكَا إِلَيْهِ الْفَاقَةَ، ثُمَّ أَتَاهُ آخَرُ فَشَكَا إِلَيْهِ قَطْعَ السَّبِيلِ فَقَالَ: ((يَا عَدِيُّ، هَلْ رَأَيْتَ الْحِيرَةَ؟)) قُلْتُ: لَمْ أَرَهَا، وَقَدْ أُنْبِئْتُ عَنْهَا، قَالَ: ((فَإِنْ طَالَتْ بِكَ حَيَاةٌ، لَتَرَيَنَّ الظَّعِينَةَ تَرْتَحِلُ مِنَ الْحِيرَةِ حَتَّى تَطُوفَ بِالْكَعْبَةِ لَا تَخَافُ أَحَدًا إِلَّا اللهَ))؛ قُلْتُ: فِيمَا بَيْنِي وَبَيْنَ نَفْسِي: فَأَيْنَ دُعَّارُ طَيِّءٍ الَّذِينَ قَدْ سَعَّرُوا الْبِلَادَ، ((وَلَئِنْ طَالَتْ بِكَ حَيَاةٌ لَتُفْتَحَنَّ كُنُوزُ كِسْرَى))، قُلْتُ: كِسْرَى بْنِ هُرْمُزَ؟ قَالَ: ((كِسْرَى بْنِ هُرْمُزَ، وَلَئِنْ طَالَتْ بِكَ حَيَاةٌ، لَتَرَيَنَّ الرَّجُلَ يُخْرِجُ مِلْءَ كَفِّهِ مِنْ ذَهَبٍ أَوْ فِضَّةٍ يَطْلُبُ مَنْ يَقْبَلُهُ مِنْهُ فَلَا يَجِدُ أَحَدًا يَقْبَلُهُ مِنْهُ، وَلَيَلْقَيَنَّ اللهَ أَحَدُكُمْ يَوْمَ يَلْقَاهُ وَلَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ تَرْجُمَانٌ يُتَرْجِمُ لَهُ، فَلَيَقُولَنَّ: أَلَمْ

أَبْعَثْ إِلَيْكَ رَسُولًا فَيُبَلِّغَكَ؟ فَيَقُولُ: بَلَى، فَيَقُولُ: أَلَمْ أُعْطِكَ مَالًا وَأُفْضِلْ عَلَيْكَ؟ فَيَقُولُ: بَلَى، فَيَنْظُرُ عَنْ يَمِينِهِ فَلَا يَرَى إِلَّا جَهَنَّمَ، وَيَنْظُرُ عَنْ يَسَارِهِ فَلَا يَرَى إِلَّا جَهَنَّمَ))، قَالَ عَدِيٌّ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: ((اتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقَّةِ تَمْرَةٍ، فَمَنْ لَمْ يَجِدْ شِقَّةَ تَمْرَةٍ، فَبِكَلِمَةٍ طَيِّبَةٍ))، قَالَ عَدِيٌّ: فَرَأَيْتُ الظَّعِينَةَ تَرْتَحِلُ مِنَ الْحِيرَةِ حَتَّى تَطُوفَ بِالْكَعْبَةِ لَا تَخَافُ إِلَّا اللهَ، وَكُنْتُ فِيمَنِ افْتَتَحَ كُنُوزَ كِسْرَى بْنِ هُرْمُزَ، وَلَئِنْ طَالَتْ بِكُمْ حَيَاةٌ لَتَرَوُنَّ مَا قَالَ النَّبِيُّ أَبُو الْقَاسِمِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((يُخْرِجُ مِلْءَ كَفِّهِ)).

["صحيح البخاري"، كتاب المناقب، باب علامات النبوّة في الإسلام، رقم الحديث: (٥٩٥٣)، ص٣٠٦]

ترجمۂ حدیث: حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مَیں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک شخص نے آکر فاقے کی شکایت کی پھر دوسرا شخص آیا اور اس نے ڈاکہ زنی کی شکایت کی، اس پر آپ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّمنے حضرت عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: اے عدی کیا تم نے حیرہ دیکھا ہے؟، مَیں نے کہا: دیکھا تو نہیں لیکن اس کا نام سنا ہے، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: ((فَإِنْ طَالَتْ بِكَ حَيَاةٌ لَتَرَيَنَّ الظَّعِينَةَ تَرْتَحِلُ مِنَ الْحِيرَةِ حَتَّى تَطُوفَ بِالْكَعْبَةِ لَا تَخَافُ أَحَدًا إِلَّا اللهَ)) یعنی اگر تمہاری زندگی لمبی ہوئی تو ضرور دیکھو گے کہ ایک بڑھیا حیرہ سے سفر کرے گی یہاں تک کہ خانہ کعبہ کا طواف کرے گی، اسے سوائے اللہ کے کسی کا خوف نہیں ہو گا (حضرت عدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:) مَیں نے دل میں کہا کہ اس وقت قبیلہ طے کے ڈاکو کہاں ہونگے جنہوں نے آج شہروں میں آگ لگا رکھی ہے، آپصلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّمنے مزید فرمایا: ((وَلَئِنْ طَالَتْ بِكَ حَيَاةٌ لَتُفْتَحَنَّ كُنُوزُ كِسْرَى)) یعنی اگر تمہاری زندگی لمبی ہوئی تو کِسریٰ کے خزانے فتح کیے جائیں گے (پھر فرماتے ہیں کہ) مَیں نے تعجب سے کہا: کسریٰ بن ہرمز کے خزانے!، آپ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّمنے فرمایا: ہاں، کسریٰ بن ہرمز کے خزانے، پھر آپ نے فرمایا: ((وَلَئِنْ طَالَتْ بِكَ حَيَاةٌ لَتَرَيَنَّ الرَّجُلَ يُخْرِجُ مِلْءَ كَفِّهِ مِنْ ذَهَبٍ أَوْ فِضَّةٍ يَطْلُبُ مَنْ يَقْبَلُهُ مِنْهُ فَلَا يَجِدُ أَحَدًا

یَقْبَلُہُ مِنْہُ)) یعنی اگر تمہاری زندگی لمبی ہوئی تو تم ضرور دیکھو گے کہ آدمی مٹھی بھر سونا یا چاندی نکالے گا اور ایسے شخص کو تلاش کرتا ہو گا جو اس سے (چاندی) قبول کرے لیکن وہ ایسا شخص نہیں پائے گا جو اُسے قبول کر لے، تم میں سے ضرور ہر ایک نے اللہ سے ملنا ہے، جس دن وہ بندے سے ملے گا اس دن اللہ اور اس بندے کے درمیان کوئی ترجمان نہیں ہو گا جو ترجمانی کرے پھر (اللہ عزوجل) ضرور فرمائے گا: کیا میں نے تیری طرف کوئی رسول نہیں بھیجا جو میرے احکام کو تم تک پہنچائے (بندہ) کہے گا: کیوں نہیں، پھر (اللہ عزوجل) فرمائے گا: کیا میں نے تجھے مال نہیں دیا اور تجھ پر فضل نہیں کیا؟ وہ کہے گا: کیوں نہیں، پھر وہ اپنے دائیں طرف دیکھے گا تو اسے سوائے جہنم کے کچھ نظر نہیں آئے گا، پھر بائیں طرف دیکھے گا تو سوائے جہنم کے کچھ نظر نہیں آئے گا، حضرت عدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو فرماتے سنا: آگ سے بچو اگرچہ ایک کھجور ہی کی خیرات دیکر ہو، تو اگر کوئی کھجور نہ پائے تو وہ اچھی بات کہہ کر (آگ سے بچے)، حضرت عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: میں نے ایک بڑھیا کو حیرہ سے سفر کرتے ہوئے دیکھا یہاں تک کے اس نے خانۂ کعبہ کا طواف کیا اور اسے سوائے اللہ کے کسی کا خوف نہیں تھا اور میں ان لوگوں میں شامل تھا جنہوں نے کِسریٰ بن ہرمز کے خزانے فتح کیے اور اگر (اے لوگو!) تمہاری زندگی لمبی ہوئی تو تم لوگ ضرور اسے دیکھ لوگے جو نبی ابو القاسم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا ہے۔

اس حدیث کے راوی حضرت عدی حاتم طائی کے بیٹے ہیں جو مشہور سخی گزرا ہے، ان تین غیبی خبروں میں سے دو غیبی خبروں کو خود پورا ہوتے دیکھا، جبکہ تیسری غیبی کے بارے میں فرمایا اگر تم لوگوں کی عمر لمبی ہوئی تو اس خبر کو پورا ہوتے تم دیکھو گے کہ کوئی زکوٰۃ قبول کرنے والا نہ ہو گا چنانچہ علّامہ عینی "عمدۃ القاری" (۴۳۳/۱۱) امام بیہقی کے حوالے سے روایت نقل کرتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ تیسری غیبی خبر یوں پوری ہوئی کہ جب عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ خلیفہ بنے تو زکوٰۃ لینے والا فقیر ڈھونڈنے سے بھی نہ ملتا تھا۔

قیصر و کِسریٰ کی ہلاکت کی غیبی خبر

الحدیث 26

حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يُونُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: وَأَخْبَرَنِي ابْنُ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((إِذَا هَلَكَ كِسْرَى فَلَا كِسْرَى بَعْدَهُ، وَإِذَا هَلَكَ قَيْصَرُ فَلَا قَيْصَرَ بَعْدَهُ، وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَتُنْفِقُنَّ كُنُوزَهُمَا فِي سَبِيلِ اللهِ)).

["صحيح البخاري"، كتاب المناقب، باب علامات النبوّة في الإسلام، رقم الحديث: (٣٦١٨)، ص٦٠٧]

ترجمۂ حدیث: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے فرمایا: جب کِسریٰ ہلاک ہو جائے گا تو اس کے بعد کوئی کسریٰ نہ ہو گا اور جب قیصر ہلاک ہو جائے گا تو اس کے بعد کوئی قیصر نہ ہو گا اور قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں محمد (صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم) کی جان ہے تم ضرور ان دونوں کے خزانے اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے ۔

کِسریٰ ایران کے بادشاہ کالقب تھا ایک بادشاہ کے مرنے کے بعد دوسرے بادشاہ کو بھی کِسریٰ ہی کہا جاتا تھا، اسی طرح فرعون عمالقہ (مصر) کے بادشاہ کو، نجاشی حبشہ (ایتھوپیا) کے بادشاہ کو اور تُبّع یمن کے بادشاہ کو اور خاقان ترکی کے بادشاہ کو، اسی طرح قیصر روم کے بادشاہ کو کہا جاتا تھا، ایک کے مرنے کے بعد دوسرے کو اسی نام سے یاد کیا جاتا تھا۔

("تفسير صاوي"، ج١، ص١٧)

آپ ﷺ کے زمانۂ مبارکہ میں اگرچہ قیصر وکِسریٰ کی حکومتیں سپر پاور کی حیثیت رکھتی تھیں لیکن اللہ عزوجل کے محبوب ﷺ نے جو غیبی خبر دی تھی پوری ہو کر رہی اور قیصر وکِسریٰ کی حکومتیں کہانیاں بن کر رہ گئیں۔

آسائشوں کی غیبی خبر

الحدیث 27

حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ عَبَّاسٍ: حَدَّثَنَا ابْنُ مَهْدِيٍّ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((هَلْ لَكُمْ مِنْ أَنْمَاطٍ؟))، قُلْتُ: وَأَنَّى يَكُونُ لَنَا الْأَنْمَاطُ قَالَ: ((أَمَا إِنَّهَا سَتَكُونُ لَكُمُ الْأَنْمَاطُ))، فَأَنَا أَقُولُ لَهَا - يَعْنِي امْرَأَتَهُ - : أَخِّرِي عَنَّا أَنْمَاطَكِ، فَتَقُولُ: أَلَمْ يَقُلِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((إِنَّهَا سَتَكُونُ لَكُمُ الْأَنْمَاطُ)) فَأَدَعُهَا.

["صحيح البخاري"، كتاب المناقب، باب علامات النبوّة في الإسلام، رقم الحديث: (٣٦٣١)، ص٩٠٦]

ترجمۂ حدیث: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ نبی کریم ﷺ نے مجھ سے فرمایا: کیا تمہارے پاس قالین ہے؟ مَیں نے عرض کیا کہ ہمارے پاس قالین کہاں سے آئیں گے؟ ارشاد فرمایا: یاد رکھو عنقریب تمہارے پاس قالین ہونگے (حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: آج واقعی وہ وقت آگیا ہے کہ) جب مَیں اپنی بیوی سے یہ کہتا ہوں کہ اپنا قالین مجھ سے دور کرو تو وہ جواب دیتی ہے کہ کیا رسول اللہ ﷺ نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ تمہارے پاس قالین ہونگے، اس پر مَیں خاموش ہو جاتا ہوں۔

امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں غیبی خبر

الحدیث 27

حَدَّثَنِی عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ آدَمَ: حَدَّثَنَا حُسَیْنُ الْجُعْفِیُّ عَنْ أَبِی مُوسَی، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ أَبِی بَکْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: أَخْرَجَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ذَاتَ یَوْمٍ الْحَسَنَ، فَصَعِدَ بِہٖ عَلَی الْمِنْبَرِ فَقَالَ: ((ابْنِی ھَذَا سَیِّدٌ، وَلَعَلَّ اللّٰہَ أَنْ یُصْلِحَ بِہٖ بَیْنَ فِئَتَیْنِ مِنَ الْمُسْلِمِینَ))۔

["صحیح البخاري"، کتاب المناقب، باب علامات النبوّۃ في الإسلام، رقم الحدیث: (٣٦٢٩)، ص٩٠٦]

ترجمۂ حدیث: حضرت ابو بکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ایک روز نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اپنے ہمراہ امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لے کر منبر پر جلوہ افروز ہوئے پھر فرمایا: میرا یہ بیٹا سردار ہے، مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے مسلمانوں کے دو گروہوں میں صلح کروادے گا۔

مفسّر شہیر مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اس فرمانِ عالی میں اس واقعے کی طرف اشارہ ہے جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد اور امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے زمانہ میں پیش آیا کہ آپ کے ہاتھ پر چالیس ہزار آدمیوں نے موت پر بیعت کرلی تھی، قِلت اور ڈر سے آپ پاک تھے، امیر معاویہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے جنگ کی تیاری تھی کہ آپ

نے امیر معاویہ کے حق میں سلطنت سے دست برداری کرلی، آپ کے بعض ساتھیوں پر یہ بات بہت گراں گزری حتیٰ کہ کسی نے آپ سے کہا: اے مسلمانوں کے عار!، آپ نے فرمایا: عار نار سے بہتر ہے، صرف اس خیال سے آپ نے یہ کام کیا کہ نانا جان کی امت میں قتل وخون نہ ہو، ان دونوں جماعتوں کو مسلمان فرمانے میں یہ بتایا گیا کہ امیر معاویہ اور امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں اور ان دونوں کی جماعتیں مسلمان ہوں گی، بغاوت اسلام سے نہیں نکال دیتی، اسی لیے فقہاء فرماتے ہیں کہ باغی کی گواہی قبول ہے، باغی کی طرف سے قضاء قبول کرنا جائز ہے، ان کے قاضی کے فیصلے نافذ ہیں، اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور (ﷺ) کو علمِ غیب بخشا ہے کہ حضور نے آنے والے واقعے کی خبر اس وضاحت سے دی، یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور انور اس صلح سے راضی اور خوش ہیں، یہ بھی معلوم ہوا کہ امام حسن کی یہ دست برداری صحیح ہے، جب دست برداری درست ہے تو امیر معاویہ کی سلطنت بھی درست ہے، مذہبِ اہلِ سنت یہ ہے کہ اوّلاً امیر معاویہ باغی تھے، امام حسن کی اس دست برداری کے بعد آپ پہلے سلطان المسلمین ہوئے، خلافتِ راشدہ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ختم ہوئی، حضور (ﷺ) کے متعلق توریت وانجیل میں خبر دی گئی تھی کہ ان کا ملک شام ہوگا، یہ وہی ملکِ شام ہے جہاں امیر معاویہ سلطان تھے۔

("مرآۃ المناجیح"، ج۸، ص۱۶۴)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں تفصیلی معلومات حاصل کرنے کے لئے مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب بنام " امیر معاویہ " رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مطالعہ فرمائیں۔

قیامت تک کے واقعات کی غیبی خبر

الحدیث 29

حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يَقْتَتِلَ فِئَتَانِ فَيَكُونَ بَيْنَهُمَا مَقْتَلَةٌ عَظِيمَةٌ، دَعْوَاهُمَا وَاحِدَةٌ، وَلَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يُبْعَثَ دَجَّالُونَ كَذَّابُونَ قَرِيبًا مِنْ ثَلَاثِينَ، كُلُّهُمْ يَزْعُمُ أَنَّهُ رَسُولُ اللهِ)).

["صحيح البخاري"، كتاب المناقب، باب علامات النبوّة في الإسلام، رقم الحديث: (٣٦٠٩)، ص٥٠٦]

ترجمۂ حدیث: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اس وقت تک قیامت قائم نہ ہو گی جب تک کہ دو جماعتوں میں آپس میں ایک عظیم جنگ نہ ہو جائے حالانکہ ان دونوں کا دعویٰ (دین) ایک ہی ہو گا اور قیامت اس وقت تک قائم نہ ہو گی جب تک کہ تیس ۳۰ کے قریب جھوٹے دھوکے باز شخص ظاہر نہ ہو جائیں ان میں سے ہر ایک کا دعویٰ ہو گا کہ وہ اللہ کا رسول ہے۔

مفتی شریف الحق امجدی رحمہ اللہ اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں:

شُرّاح نے بیان کیا ہے کہ اگر اس سے مراد حضرت علی اور حضرت معاویہ کے درمیان ہونے والی انتہائی خونریز تباہ کن جنگِ صفّین مراد ہے تو اس حدیث میں جس جنگ کی خبر دی جارہی ہے وہ واقع ہو چکی (پھر فرماتے ہیں:) دجّال دجل کا اسم مبالغہ ہے اس کے معنی فریب اور دھوکہ دینے کے ہیں، ان تیس دجالوں میں سے کچھ گزر چکے ہیں، مثلاً مسیلمۃ الکذّاب، اسود عنسی، مختار، اس کے علاوہ اور بہت سے جھوٹے مُدّعیانِ نبوّت پیدا ہوئے ہیں، ماضی قریب میں غلام احمد قادیانی دجّال ہوا ہے اور جو باقی ہیں ضرور ہونگے۔

("نزهة القاري"، ج٧، ص٦٥)

سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی عطا سے صحابۂ کرام کی وُسعتِ علمی

الحدیث 30

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ شُعْبَةَ. حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ خَالِدٍ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ سُلَيْمَانَ: سَمِعْتُ أَبَا وَائِلٍ يُحَدِّثُ عَنْ حُذَيْفَةَ: أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: أَيُّكُمْ يَحْفَظُ قَوْلَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْفِتْنَةِ؟ فَقَالَ حُذَيْفَةُ: أَنَا أَحْفَظُ كَمَا قَالَ، قَالَ: هَاتِ إِنَّكَ لَجَرِيءٌ، قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((فِتْنَةُ الرَّجُلِ فِي أَهْلِهِ وَمَالِهِ وَجَارِهِ، تُكَفِّرُهَا الصَّلَاةُ وَالصَّدَقَةُ وَالْأَمْرُ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّهْيُ عَنِ الْمُنْكَرِ))، قَالَ: لَيْسَتْ هَذِهِ، وَلَكِنِ الَّتِي تَمُوجُ كَمَوْجِ الْبَحْرِ، قَالَ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ! لَا بَأْسَ عَلَيْكَ مِنْهَا، إِنَّ بَيْنَكَ وَبَيْنَهَا بَابًا مُغْلَقًا. قَالَ: يُفْتَحُ الْبَابُ أَوْ يُكْسَرُ؟ قَالَ: لَا، بَلْ يُكْسَرُ، قَالَ: ذَاكَ أَحْرَى أَنْ لَا يُغْلَقَ، قُلْنَا: عَلِمَ عُمَرُ الْبَابَ؟ قَالَ: نَعَمْ، كَمَا أَنَّ دُونَ غَدٍ اللَّيْلَةَ، إِنِّي حَدَّثْتُهُ حَدِيثًا لَيْسَ بِالْأَغَالِيطِ، فَهِبْنَا أَنْ نَسْأَلَهُ، وَأَمَرْنَا مَسْرُوقًا فَسَأَلَهُ فَقَالَ: مَنِ الْبَابُ؟ قَالَ: عُمَرُ.

["صحيح البخاري"، كتاب المناقب، باب علامات النبوّة في الإسلام، رقم الحديث: (٣٦٠٢)، ص٢٠٦]

ترجمۂ حدیث: حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک دفعہ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے دریافت کیا کہ تم میں سے فتنہ کے متعلق رسول اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کا ارشاد گرامی کس کو یاد ہے؟ حضرت حذیفہ نے کہا: مجھے اچھی طرح یاد ہے، حضرت عمر نے فرمایا: بیان کرو، واقعی تم جرأت مند ہو، حضرت حذیفہ نے کہا: رسول اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے کہ آدمی کا فتنہ (یعنی آزمائش) اس کے اہل وعیال، اس کے مال اور اس کے ہمسایوں میں ہے، جس کا کفّارہ نماز، خیرات، اچھی بات کا حکم کرنے اور برائی

سے منع کرنے سے ہو جاتا ہے، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: مَیں نے اس فتنہ کی بات نہیں کی بلکہ اس فتنے کے بارے میں پوچھتا ہوں جو دریا کی موج کی طرح لہرائے گا، عرض گزار ہوئے: آپ کو اس فتنے کا کیا خوف ہے جبکہ آپ کے اور اس فتنے کے درمیان ایک بند دروازہ موجود ہے، (حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے) فرمایا: بتاؤ وہ دروازہ کھولا جائے گا یا توڑ دیا جائے گا؟ (حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے) فرمایا: توڑ دیا جائے گا (حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے) فرمایا: پھر تو وہ اس قابل نہیں رہے گا کہ اسے دوبارہ بند کیا جاسکے (راوی فرماتے ہیں حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے) ہم نے پوچھا: کیا انہیں دروازے کا علم تھا؟ (حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا): ہاں، اسطرح جیسے دن سے پہلے رات ہونے کا یقین ہوتا ہے کیوں کہ اس کے متعلق مَیں نے ان سے ایسی حدیث بیان کی تھی جس میں غلطی کا شائبہ بھی نہیں (راوئ حدیث فرماتے ہیں) ہم نے ڈر کے مارے اس (دروازے) کے متعلق (حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے) سوال نہ کیا بلکہ حضرت مسروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ آپ اس (دروازے) کے متعلق پوچھئے، اس پر (حضرت مسروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے پوچھا وہ دروازہ کون ہے؟ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بتایا کہ وہ دروازہ خود حضرت عمر تھے، رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۔

مذکورہ بالا بخاری شریف کی حدیث میں حضرت فاروقِ اعظم اور حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے درمیان ہونے والی رازونیاز کی باتوں سے ذرا اندازہ لگایئے کہ اللہ عزوجل کے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت بابرکت سے خواص صحابۂ کرام کس طرح مستقبل میں ہونے والے حالات سے باخبر تھے، اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ جب سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مستقبل قریب میں دریا کی موج کی طرح واقع ہونے والے فتنے کے بارے میں سوال کیا تو اس پر حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ غیبی خبر سنائی جو انہوں نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی اور بڑے ہی یقین کے ساتھ جواب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ لَا بَأْسَ عَلَيْكَ مِنْهَا إِنَّ بَيْنَكَ وَبَيْنَهَا بَابًا مُغْلَقًا

ترجمہ : یاامیر المؤمنین آپ کو اس سے کوئی حرج نہیں، آپ کے اور اس فتنے کے درمیان ایک بند دروازہ ہے۔

شارح بخاری حضرت علّامہ ابن حجر عسقلانی "فتح الباری" (٦/٣٨٦) میں تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرمانے کا مقصد یہ تھا کہ لایخرج منھا شیء فی حیاتك. یعنی اس آنے والے فتنوں میں سے کوئی فتنہ آپکی زندگی میں نہیں اٹھے گا،

علّامہ ابن حجر عسقلانی پھر فرماتے ہیں:

كأنّه مثل الفتن بدارٍ، ومثل حياة عمر ببابٍ لها مغلق، ومثل موته بفتح ذلك الباب، فما دامت حياة عمر موجودة فهي الباب المغلق، لايخرج ممّا هو داخل تلك الدار شيء، فإذا مات فقد انقطع ذلك الباب فخرج ما في تلك الدار.

ترجمہ: گویا اس سے مراد یہ ہے کہ ایک گھر ہے جس میں فتنے چھپے ہوئے ہیں اور اس گھر کا دروازہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اور دروازہ کا کھلنا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت ہے پس جب تک حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حیات ہیں تو یہ دروازہ بھی بند ہے، اس فتنے کے گھر میں سے کوئی فتنہ نہیں نکلے گا تو جب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت ہوگی تو اس فتنے کا دروازہ کھل جائے گا اور گھر کے اندر موجود فتنے باہر نکل آئیں گے۔

پھر حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مزید ایک سوال کیا:

يُفْتَحُ الْبَابُ أَوْيُكْسَرُ؟،

ترجمہ: یہ بندہ دروازہ کھولا جائے یا توڑا جائے گا؟

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس سوال سے مراد یہ ہے کہ ان کی طبعی موت واقع ہوگی یا انہیں شہید کیا جائے گا، حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا:

لَا، بَلْ يُكْسَرُ،

ترجمہ: نہیں بلکہ توڑا جائے گا۔

یعنی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کیا جائے، اس سے یہ واضح ہوا کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس بات کا یقینی علم تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہونگے، رہی یہ بات کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی شہادت کا علم حضرت حذیفہ کے بتانے سے ہوا تھا یا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس گفتگو سے پہلے ہی اپنی شہادت کو جانتے تھے؟

اس کا جواب علّامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ ارشاد فرماتے ہیں:

قد تقدّم في بدء الخلق حديثُ عمر أنه سمع خطبة النبيّ صلّى الله عليه وسلّم يحدّث عن بدء الخلق حتّى دخل أهل الجنّة منازلهم.

ترجمہ : بخاری شریف کے باب بدء الخلق میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث گزر چکی ہے جس میں اس بات کا ذکر ہے کہ حضرت عمر نے نبی کریم ﷺ کا وہ خطبہ سنا تھا جس میں آپ ﷺ نے مخلوق کی ابتداء سے جنّتیوں کے اپنے اپنے مقامات میں داخل ہونے کی خبر دی۔

اس تشریح سے معلوم ہوا کہ جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ براہِ راست رسولِ کائنات، فخرِ موجودات ﷺ کا وہ خطبہ سن چکے تھے جس میں روزِ اوّل سے روزِ آخر تک کے تمام واقعات بیان کر دیئے گئے تھے تو بھلا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اپنی شہادت کی متعلق خبر کیسے پوشیدہ رہ سکتی ہے!

یہ شان ہے خدمت گاروں کی سرکار کا عالم کیا ہوگا ﷺ

رسول اللہ ﷺ کی عطا سے صحابۂ کرام کا علم غیب

الحدیث 31

حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ: أَخْبَرَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ: حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ الْمُعَلِّمُ عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: لَمَّا حَضَرَ أُحُدٌ دَعَانِي أَبِي مِنَ اللَّيْلِ، فَقَالَ: مَا أُرَانِي إِلَّا مَقْتُولًا فِي أَوَّلِ مَنْ يُقْتَلُ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَإِنِّي لَا أَتْرُكُ بَعْدِي أَعَزَّ عَلَيَّ مِنْكَ، غَيْرَ نَفْسِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَإِنَّ عَلَيَّ دَيْنًا فَاقْضِ وَاسْتَوْصِ بِأَخَوَاتِكَ خَيْرًا، فَأَصْبَحْنَا فَكَانَ أَوَّلَ قَتِيلٍ وَدُفِنَ مَعَهُ آخَرُ فِي قَبْرٍ، ثُمَّ لَمْ تَطِبْ نَفْسِي أَنْ أَتْرُكَهُ مَعَ الْآخَرِ فَاسْتَخْرَجْتُهُ بَعْدَ سِتَّةِ أَشْهُرٍ، فَإِذَا هُوَ كَيَوْمِ وَضَعْتُهُ هُنَيَّةً غَيْرَ أُذُنِهِ.

["صحيح البخاري"، كتاب الجنائز، باب هل يخرج الميّت من القبر واللّحد لعلّةٍ، رقم الحديث: (١٥٣١)، ص ٢١٢]

ترجمۂ حدیث: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ جب اُحُد کا دن آیا تو مجھے میرے والد نے رات میں بلایا اور فرمایا: مَا أُرَانِي إِلَّا مَقْتُولًا فِي أَوَّلِ مَنْ يُقْتَلُ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. یعنی میں یہی دیکھتا ہوں کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے اصحاب میں سے مَیں سب سے پہلے شہید کیا جاؤں گا اور (مزید فرمایا:) مَیں اپنے بعد کسی کو نہیں چھوڑ رہا ہوں جو رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے علاوہ مجھے تم سے زیادہ عزیز ہو، مجھ پر قرض ہے اسے ادا کر دینا اور اپنی بہنوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا (حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:) فَأَصْبَحْنَا فَكَانَ أَوَّلَ قَتِيلٍ وَدُفِنَ مَعَهُ آخَرُ فِي قَبْرٍ یعنی پھر جب ہم نے صبح کی تو سب سے پہلے وہی شہید ہوئے اور ایک دوسرے (صحابی) کے ساتھ ایک قبر میں دفن ہوئے (مزید فرماتے ہیں:) پھر میرا دل اس بات پر رضامند نہ ہوا کہ انہیں دوسرے صحابی کے ساتھ قبر میں رہنے دوں لہٰذا چھ ماہ کے بعد مَیں نے انہیں قبر سے نکالا تو وہ اسی طرح تھے جیسے دفن کرنے کے روز تھے سوائے ایک کان کے۔

اس حدیث سے پتا چلا کہ رسول اللہ ﷺ کی غلامی کی برکت سے صحابۂ کرام کو غیبی خبروں پر اطلاع دی جاتی تھی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا غیبی خبر جاننا

الحدیث 32

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَكِّيُّ: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ الْأُمَوِيُّ عَنْ جَدِّهِ قَالَ: كُنْتُ مَعَ مَرْوَانَ وَأَبِي هُرَيْرَةَ فَسَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ: سَمِعْتُ الصَّادِقَ الْمَصْدُوقَ يَقُولُ: ((هَلَاكُ أُمَّتِي عَلَى يَدَيْ غِلْمَةٍ مِنْ قُرَيْشٍ))، فَقَالَ مَرْوَانُ: غِلْمَةٌ؟ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: إِنْ شِئْتَ أَنْ أُسَمِّيَهُمْ: بَنِي فُلَانٍ، وَبَنِي فُلَانٍ.

["صحيح البخاري"، كتاب المناقب، باب علامات النبوّة في الإسلام، رقم الحديث: (٣٦٠٥)، ص٥٠٦]

ترجمۂ حدیث: (راوی فرماتے ہیں) مَیں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرماتے سنا کہ آپ فرماتے ہیں کہ مَیں نے صادق و مصدوق ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میری امّت کی بربادی قریش کے لڑکوں کے ہاتھوں ہوگی، مروان نے کہا: لڑکوں (کے ہاتھوں) سے! حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اگر تم چاہو مَیں ان میں سے ہر ایک کا نام اور نسب بتا سکتا ہوں۔

سبحان اللہ! مذکورہ بالا حدیث میں ذرا غور فرمائیں کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علم کی وسعت کا کیا عالم ہے کہ نہ صرف آئندہ زمانے میں ہونے والے فتنوں سے واقف ہیں بلکہ ہر فتنے باز اور اس کے خاندان کے نام سے بھی واقف ہیں۔

مستقبل کی غیبی خبریں

الحدیث ۳۳

حَدَّثَنِی یَحْیَی: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ هَمَّامٍ عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّی تُقَاتِلُوا خُوزًا وَکَرْمَانَ مِنَ الْأَعَاجِمِ، حُمْرَ الْوُجُوهِ، فُطْسَ الْأُنُوفِ، صِغَارَ الْأَعْیُنِ، کَأَنَّ وُجُوهَهُمُ الْمَجَانُّ الْمُطْرَقَةُ، نِعَالُهُمُ الشَّعَرُ)).

["صحیح البخاري"، کتاب المناقب، باب علامات النبوّة في الإسلام، رقم الحدیث: (۰۹۵۳)، ص۲۰۶]

ترجمۂ حدیث: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک تم عجمیوں کی اقوام خوز اور کرمان سے جنگ نہ کرلو جن کے چہرے سرخ، جن کی ناکیں چپٹی اور آنکھیں چھوٹی ہیں، ان کے چہرے گویا پٹی ہوئی ڈھالیں ہیں، ان کے جوتے بالوں کے ہونگے۔

الحدیث 34

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ عَدِيٍّ قَالَ: أَتَيْنَا أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ فَشَكَوْنَا إِلَيْهِ مَا نَلْقَى مِنَ الْحَجَّاجِ فَقَالَ: اصْبِرُوا فَإِنَّهُ لَا يَأْتِي عَلَيْكُمْ زَمَانٌ إِلَّا وَالَّذِي بَعْدَهُ أَشَرُّ مِنْهُ حَتَّى تَلْقَوْا رَبَّكُمْ، سَمِعْتُهُ مِنْ نَبِيِّكُمْ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

["صحيح البخاري"، كتاب الفتن، باب لا يأتي زمان إلا الذي بعده شرّ منه، رقم الحديث: (٨٢٠٧)، ص١٢١٩]

ترجمہ حدیث: زبیر بن عدی سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ہم حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئے اور ہمیں حجاج بن یوسف کی طرف سے جو تکالیف پہنچیں تھیں اسکی شکایت کی تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: صبر کرو، تم پر جو بھی زمانہ آئے گا وہ پہلے والے زمانے سے بُرا ہی ہوگا یہاں تک کہ تم اپنے رب سے جاملو اور یہ بات میں نے تمہارے نبی ﷺ سے سنی ہے۔

فی زمانہ اس غیبی خبر کو ہم بھی پورا ہوتے دیکھ رہے ہیں کہ روز بروز ظلم میں اضافہ ہوتا چلا رہا ہے، بُرائی نئے نئے انداز کے ساتھ بڑھتی چلی جارہی ہے، اللہ عزوجل ہمیں ہر فتنے سے محفوظ فرمائے۔

الحدیث 35

حَدَّثَنَا الْحَكَمُ بْنُ نَافِعٍ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ: أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: ((تُقَاتِلُكُمُ الْيَهُودُ، فَتُسَلَّطُونَ عَلَيْهِمْ، حَتَّى يَقُولُ الْحَجَرُ: يَا مُسْلِمُ! هَذَا يَهُودِيٌّ وَرَاءِي فَاقْتُلْهُ)).

["صحيح البخاري"، كتاب المناقب، باب علامات النبوّة في الإسلام، رقم الحديث: ٣٩٥٣، ص٣٠٦]

ترجمۂ حدیث: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تم سے یہودی لڑائی کریں گے تو تم ان پر غالب آجاؤ گے، یہاں تک پتھر بھی کہے گا کہ اے مسلم! یہ میرے پیچھے یہودی چھپا ہوا ہے اسے قتل کر دے۔

صحابہ وتابعین کے وسیلے سے دعاء کرنا اور فتح پانا

الحدیث 36

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو، عَنْ جَابِرٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((يَأْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ يَغْزُونَ فَيُقَالُ لَهُمْ: فِيكُمْ مَنْ صَحِبَ الرَّسُولَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَيَقُولُونَ: نَعَمْ، فَيُفْتَحُ عَلَيْهِمْ، ثُمَّ يَغْزُونَ فَيُقَالُ لَهُمْ: هَلْ فِيكُمْ مَنْ صَحِبَ مَنْ صَحِبَ الرَّسُولَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ﷺ فَيَقُولُونَ: نَعَمْ، فَيُفْتَحُ لَهُمْ)).

["صحيح البخاري"، كتاب المناقب، باب علامات النبوّة في الإسلام، رقم الحديث: (٣٥٩٤)، ص٣٠٦]

ترجمۂ حدیث: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: لوگوں پر ایسا وقت بھی آئے گا کہ جب وہ جہاد کریں گے تو ان سے پوچھا جائے گا کہ تم میں کیا کوئی ایسا شخص بھی ہے جس نے رسول اللہ ﷺ کی صحبت کا شرف حاصل کیا ہو؟ جواب دیں گے: ہاں، پس وہ دشمن پر فتح پائیں گے پھر (ایک زمانہ ایسا بھی آئے گا کہ) لوگ جہاد کریں گے تو ان سے پوچھا جائے گا کہ تمہارے درمیان کیا کوئی ایسا شخص بھی ہے جس نے رسول اللہ ﷺ کے کسی صحابی کی صحبت کا شرف حاصل کیا ہو؟ جواب دیں گے: ہاں، تو انہیں بھی فتح دی جا ئیگی۔

الحدیث 37

حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوسَى عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ شَقِيقٍ قَالَ: كُنْتُ مَعَ عَبْدِ اللهِ وَأَبِي مُوسَى فَقَالَا: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ لَأَيَّامًا يَنْزِلُ فِيهَا الْجَهْلُ، وَيُرْفَعُ فِيهَا الْعِلْمُ وَيَكْثُرُ فِيهَا الْهَرْجُ»، وَالْهَرْجُ: الْقَتْلُ.

["صحيح البخاري" كتاب الفتن، باب ظهور الفتن، رقم الحديث: (٦٢٠٧)، ص١٢١٨]

ترجمۂ حدیث: حضرت شقیق سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ میں عبد اللہ اور ابو موسیٰ کے ساتھ تھا، مجھے ان دونوں نے بتایا کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا: بے شک قُربِ قیامت کچھ ایسے دن آئیں گے کہ ان میں جہالت اُترے گی اور علم اٹھالیا جائے گا اور ان میں ہرج کی کثرت ہو گی، ہرج (سے مراد) قتل ہے۔

اس حدیث شریف میں سرکارِ دو عالم ﷺ نے قربِ قیامت میں واقع ہونے والی برائیوں کے بارے میں غیبی خبریں دی ہیں اور فی زمانہ ان غیبی خبروں کو ہم پورا ہوتے ہوئے بھی دیکھ رہے ہیں جہالت عام ہے اور دین کا علم رکھنے والے دنیا سے کم ہوتے جارہے ہیں، قتل عام ہو چکا ہے کہ کسی کی جان محفوظ نہیں اسی طرح جو آثار قیامت سرکار نامدار ﷺ نے بیان فرمائے ہیں یقیناً وہ ہو کر رہیں گے جو قیامت کی نشانیاں بتائے تو اسے قیامت کے وقوع کا علم کیوں نہیں ہو سکتا ہے، ہمارے سرکار ﷺ نے تو ہمیں قیامت آنے کا دن تک بتادیا جیسا کہ مسلم شریف کتاب الجمعہ میں ہے کہ قیامت جمعہ کے دن آئے گی اسی طرح دیگر احادیث سے اس بات کا ثبوت بھی ملتا ہے کہ قیامت محرم کے مہینے میں آئے گی، اگر ہمیں ہمارے آقا مدنی مصطفےٰ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّمقیامت کے واقع ہونے کا سن بھی بتادیتے تو لوگ بے خوف ہو جاتے، قیامت کے وقوع کے وقت کو چھپانے میں اور کیا حکمتیں ہیں، اسے تو اللہ عزوجل ہی جانتا ہے، جن آیات میں سرکار ﷺ کے لیے قیامت کے واقع ہونے کے وقت کی نفی کی گئی ہے اس سے یا تو ذاتی علم کی نفی ہے یا آیت نازل ہونے کے وقت علم کی نفی ہے، اس بات کی نفی نہیں کہ سرکار ﷺ نے دنیا سے اس حال میں پردہ فرمایا کہ آپ کو قیامت کے وقوع کے وقت کا علم عطا فرمادیا گیا تھا۔

مستقبل میں پیدا ہونے والے دشمنان اسلام کی غیبی خبر

الحدیث 38

حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ: أَنَّ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: بَيْنَمَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَقْسِمُ قَسْمًا إِذْ أَتَاهُ ذُو الْخُوَيْصِرَةِ وَهُوَ رَجُلٌ مِنْ بَنِي تَمِيمٍ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ! اعْدِلْ، فَقَالَ: «وَيْلَكَ، وَمَنْ يَعْدِلُ إِذَا لَمْ

أَعْدِلُ؟ قَدْ خِبْتَ وَخَسِرْتَ إِنْ لَمْ أَكُنْ أَعْدِلُ»، فَقَالَ عُمَرُ: يَا رَسُولَ اللهِ، اِئْذَنْ لِي فِيهِ فَأَضْرِبْ عُنُقَهُ؟ فَقَالَ: «دَعْهُ فَإِنَّ لَهُ أَصْحَابًا يَحْقِرُ أَحَدُكُمْ صَلَاتَهُ مَعَ صَلَاتِهِمْ، وَصِيَامَهُ مَعَ صِيَامِهِمْ، يَقْرَأُونَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ، يَمْرُقُونَ مِنَ الدِّينِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ، يُنْظَرُ إِلَى نَصْلِهِ فَلَا يُوجَدُ فِيهِ شَيْءٌ، ثُمَّ يُنْظَرُ إِلَى رِصَافِهِ فَمَا يُوجَدُ فِيهِ شَيْءٌ، ثُمَّ يُنْظَرُ إِلَى نَضِيِّهِ۔ وَهُوَ قِدْحُهُ۔ فَلَا يُوجَدُ فِيهِ شَيْءٌ، ثُمَّ يُنْظَرُ إِلَى قُذَذِهِ فَلَا يُوجَدُ فِيهِ شَيْءٌ، قَدْ سَبَقَ الْفَرْثَ وَالدَّمَ، آيَتُهُمْ رَجُلٌ أَسْوَدُ، إِحْدَى عَضُدَيْهِ مِثْلُ ثَدْيِ الْمَرْأَةِ أَوْ مِثْلُ الْبَضْعَةِ تَدَرْدَرُ، وَيَخْرُجُونَ عَلَى حِينِ فُرْقَةٍ مِنَ النَّاسِ»، قَالَ أَبُو سَعِيدٍ: فَأَشْهَدُ أَنِّي سَمِعْتُ هَذَا الْحَدِيثَ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَشْهَدُ أَنَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ قَاتَلَهُمْ وَأَنَا مَعَهُ، فَأَمَرَ بِذَلِكَ الرَّجُلِ فَالْتُمِسَ فَأُتِيَ بِهِ، حَتَّى نَظَرْتُ إِلَيْهِ عَلَى نَعْتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِي نَعَتَهُ.

["صحيح البخاري"، كتاب المناقب، باب علامات النبوّة في الإسلام، رقم الحديث: (٣٦١٠)، ص٥٠٦]

ترجمۂ حدیث: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس تھے اور آپ کچھ تقسیم فرمارہے تھے کہ آپ کے پاس چھوٹی کوکھ والا ایک شخص آیا جو بنی تمیم سے تھا کہنے لگا: یارسول اللہ! انصاف کیجئے، حضور نے فرمایا: تیری خرابی ہو، اگر میں انصاف نہ کروں تو اور کون انصاف کرے گا؟ اگر میں عدل وانصاف نہ کروں تو تُو خائب وخاسر ہوجائے، اس (کی اس گستاخی) پر حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے کہا: یارسول اللہ! مجھے اجازت دیجئے، میں اس کی گردن ماردوں، آپ ﷺ نے فرمایا: اسے چھوڑدو کہ اس کے کچھ ساتھی ہوں گے کہ تم اپنی نمازوں کو ان کی نمازوں کے مقابلے میں اور اپنے روزوں کو ان کے روزوں کے مقابلے میں حقیر جانوگے، یہ قرآن پڑھیں گے لیکن وہ ان کے حلق سے نیچے نہیں اُترے گا، یہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے شکار (ہونے والے جانور) سے تیر نکل جاتا ہے، اگر اس (تیر) کے پھل (یعنی نوک دار حصّے) کو دیکھا جائے تو (خون

اور گندگی وغیرہ سے) کچھ نہیں پایا جائے گا، پھر اس کی بندش کو کو دیکھا جائے تو تب بھی کچھ نہیں پایا جائے گا اور پھر اسکی لکڑی کو دیکھا جائے تب بھی (خون اور گندگی وغیرہ سے) کچھ نہ پایا جائے گا، (اسی طرح) اگر تیر کے پر کو دیکھا جائے تو اس پر بھی کچھ نہیں پایا جائے گا حالانکہ وہ لید اور خون کے درمیان سے گزرا ہے، ان کی نشانی یہ ہے کہ ان میں ایک کالا آدمی ہو گا جس کا بازو عورت کے پستان کی طرح یا گوشت کے لوتھڑے کی طرح ہو گا، جب لوگوں میں اختلافات پیدا ہو جائیں گے تو اس وقت یہ لوگ نکلیں گے، حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: مَیں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ یہ حدیث مَیں نے خود رسول اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم سے سنی تھی اور مَیں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت علی بن ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان لوگوں سے جنگ کی ہے اور مَیں بھی ان کے ساتھ تھا، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس آدمی کو تلاش کرنے کا حکم دیا جب اسے لایا گیا تو اُس میں وہ تمام نشانیاں مَیں نے خود دیکھیں جو نبی کریم ﷺ نے بیان فرمائیں تھیں۔

اللہ اکبر! **اللہ** عزوجل نے اپنے حبیب ﷺ کو کیسی عظیم الشان وسعت علمی عطا فرمائی ہے کہ آپ ﷺ کی بارگاہ میں آنے والے شخص کے دل کی نیّت اور مستقبل میں مسلمانوں میں فتنہ کرنے والے جو اسکے خاندان یا اس کے طریقے پر چلنے والے لوگ ہونگے ان فتنہ بازوں کی علامات تک آپ ﷺ نے بیان فرمادیں۔

"بخاری شریف" کی ایک اور حدیث میں اس آنے والے شخص کا حلیہ کچھ اس طرح بیان ہوا ہے،

راوی فرماتے ہیں:

فَأَقْبَلَ رَجُلٌ غَاءِرَ الْعَيْنَيْنِ، مُشْرِفَ الْوَجْنَتَيْنِ، نَاتِئُ الْجَبِينِ، كَثُّ اللِّحْيَةِ، مَحْلُوقٌ.

["صحيح البخاري"، كتاب أحاديث الأنبياء، باب قول الله تعالى: (وَإِلَى عَادٍ أَخَاهُمْ هُودًا قَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ)، رقم الحديث:(۴۴۳۳)، ص ۷۵۵]

ترجمۂ حدیث: پھر ایک آدمی آگے بڑھا جسکی آنکھیں اندر کو دھنسی ہوئیں اور گال اُبھرے ہوئے تھے، پیشانی آگے کو ابھری ہوئی تھی، داڑھی گھنی اور سر منڈا ہوا تھا۔

علّامہ علی القاری اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

(أَتَاهُ ذُو الْخُوَيْصِرَةِ): تصغير الخاصرة (وَهُوَ رَجُلٌ مِنْ بَنِى تَمِيمٍ) قبيلة شهيرة ونزل فيه قوله تعالى: (وَمِنْهُم مَّن يَّلْمِزُكَ فِى الصَّدَقَاتِ فَإِنْ أُعْطُوا مِنْهَا رَضُواْ وَإِن لَّمْ يُعْطَوْاْ مِنهَا إِذَا هُمْ يَسْخَطُون) [التوبة: ٥٨] فهو من المنافقين. (فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ اعْدِلْ): الظاهر أنّه أراد بذلك التورية كما هو عادة أهل النفاق أو قسمة الحقّ اللائق بكلّ أحد من العدل الذى فى مقابل الظلم، لكنّه علم بنور النبوّة أو ظهور الفراسة أو قرينة الحال، فإنّه كان فى إعطاءه يرى قدر الحاجة والفاقة وغيرهما من المصلحة، فتعين أنّه أراد المعنى الثانى. فيه دلالة على حسن أخلاقه صلّى الله تعالى عليه وسلّم، وأنّه ما كان ينتقم لنفسه لأنّه قال: (اعدل)، فى رواية: اتّق الله، وفى أخرى: إنّ هذه القسمة ما عُدل فيها، كلّ ذلك يوجب القتل إذ فيه النقص للنبىّ صلّى الله تعالى عليه وسلّم ولهذا لو قاله أحد فى عصرنا لحكم بكفره أو ارتداده، انتهى.

("مرقاة المفاتيح"، ص۲۲۰، ج۱۰)

ترجمۂ عبارت: چھوٹے پہلو والے کو "ذو الخويصرة" کہتے ہیں، یہ شخص قبیلۂ بنو تمیم سے تعلق رکھتا تھا اسی قبیلے کے حق میں اللہ تعالیٰ کا فرمان نازل ہوا ہے، [ترجمۂ کنزالایمان] (اور ان میں سے کوئی وہ ہے کہ صدقے بانٹنے میں تم پر طعن کرتا ہے تو اگر ان میں سے کچھ ملے تو راضی ہو جائیں اور نہ ملے تو جبھی وہ ناراض ہیں) یہ شخص منافق تھا (جیسا کہ اسکی گستاخی سے ظاہر ہے)، اس نے اپنے الفاظ دو معنی والے استعمال کیے جیسا کہ منافقین کی عادت ہے، بظاہر معنی یہ تھے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم عطا کرنے میں برابری کیجئے یعنی ہر ایک کو یکساں دیجئے مگر اس کی نیّت یہ تھی کہ آپ انصاف کیجئے ظلم نہ کریں (یعنی آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ظلم کر رہے ہیں، حق دار کے حق کو مار کر دوسرے غیر حق دار کو دے رہے ہیں، معاذاللہ اس کی یہ بات حقیقت میں آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی نبوت کا انکار تھا کہ نبی کبھی بھی ظلم نہیں کرتا) حالانکہ آپ

ﷺ جب کسی کو عطا فرماتے تو جس قدر سامنے والے کی حاجت ہوتی یا اس کے فاقے وغیرہ کے اعتبار سے اسے عطا فرماتے، حضور اقدس ﷺ نے اس کے دل کے ارادے کو نورِ نبوت یا فراستِ باطنی یا قرینۂ کلام سے جان لیا اور فرمایا: ((وَيْلَكَ وَمَنْ يَعْدِلُ إِذَا لَمْ أَعْدِلْ)) تیری خرابی ہو، اگر مَیں انصاف نہ کروں گا تو کون انصاف کرے گا؟ (جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس گستاخ کی گردن تن سے جدا کرنی چاہی تو آپ ﷺ نے اسے معاف فرمادیا) اس سے آپ ﷺ کے حسنِ اخلاق کا پتا چلتا ہے کیونکہ آپ ﷺ کسی سے اپنی ذات کے لئے انتقام نہیں لیتے، کیونکہ اس نے آپ کو مخاطب کر کے کہا تھا: (اعدل) یعنی انصاف کر، اور ایک روایت میں آتا ہے کہ اسنے کہا: (اتق الله) اللہ سے ڈر، ایک دوسری روایت میں ہے کہ اسنے کہا کہ اس تقسیم میں انصاف سے کام نہیں لیا گیا ہے، اسنے کچھ بھی کہا ہو بہر حال اسکے یہ کلمات شان رسالت میں صریح گستاخی ہیں (اس گستاخی کی وجہ سے اسے قتل کرنا حضور ﷺ کا حق تھا آپ ﷺ نے اپنا حق معاف فرمادیا اس لئے اسے قتل بھی نہ کیا گیا۔ "مرآۃ المناجیح") مگر آج اگر کوئی یہ بکواس کرے تو اسے مرتد قرار دے کر قتل کیا جائے گا۔

راویٔ حدیث نے اس آنے والے شخص کی ایک علامت یہ بھی بتائی کہ وہ محلوق الرأس یعنی اس کا سر منڈا ہوا تھا اس پر علّامہ القاریٔ لکھتے ہیں:

وهو مخالفة ظاهرة لما عليه أكثر أصحابه من إبقاء شعر رأسه، وعدم حلقه إلّا بعد فراغ النسك، غير علىّ كرّم الله وجهه، فإنّه يحلق كثيراً.

("مرقاة المفاتيح"، ج۱۰، ص۳۲۲)

ترجمہ: اس شخص کا سر منڈانا اکثر صحابہ کے عمل کی کھلی مخالفت تھی کہ وہ حضرات اپنے سروں پر بال رکھوایا کرتے تھے، احرام سے باہر ہونے کے سوا اپنے سروں کو منڈوایا نہیں کرتے تھے سوائے حضرت علی کرّم اللہ تعالیٰ وجہہ کہ وہ اکثر سر منڈایا کرتے تھے۔

یعنی صحابہٰ کرام رضوان اللہ علیہم اَجمعین کا شعار سر پر پورے بال رکھوانا تھا جبکہ خوارج اور ان کی اتباع کرنے والوں میں سے کسی ایک کی سر منڈانا عادت نہیں تھی بلکہ ان کی ساری جماعت نے اپنی نشانی سر منڈانا بنالی تھی؛ لٰہذا ہمارے لیے ضروری ہے کہ ایسے لوگوں سے اپنے آپ کو اور اپنی اولاد کو بچائیں جنہوں نے اپنے عقائد اور علامات خوارج کی طرح بنالی ہیں۔

حدیث مذکور میں خوارج کی درج ذیل غیبی خبریں دی گئیں ہیں:

۱۔ تم اپنی نمازوں کو ان کی نمازوں کے مقابل میں حقیر جانو گے۔

۲۔ تم اپنے روزوں کو انکے روزوں کے مقابل میں حقیر جانو گے۔

۳۔ یہ قرآن بہت پڑھیں گے لیکن وہ ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔

۴۔ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے گزر کر نکل جاتا ہے۔

۵۔ ان میں ایک کالا آدمی ہو گا جس کا ایک بازو عورت کی پستان کی طرح ہو گا یا گوشت کے لو تھڑے کی طرح ہو گا۔

۶۔ جب لوگوں میں اختلاف پیدا ہو جائیں گے تو اس وقت یہ لوگ نکلیں گے۔

ان نشانیوں میں یہ نشانی بھی بیان کی گئی کہ یہ لوگ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار ہونے والے جانور سے گزر کر نکل جاتا ہے، اس مثال میں خوارج کو اس تیر کی طرح بتایا گیا ہے جو شکار ہونے والے جانور کے پورے جسم میں داخل ہو کر تیزی سے باہر نکل جائے اور اس تیر پر جانور کے خون گوشت وغیرہ کا بالکل اثر نہ ہو، مراد یہ ہے کہ جیسے تیر اپنے مختلف اجزاء کے ساتھ اس جانور کے جسم کے سارے اجزا سے گزر کر نکل جاتا ہے مگر باوجود اسکے یہ تیر خود اس جانور کے

خون سے رنگین نہیں ہوتا ایسے ہی خارجی لوگ اسلام میں آکر اسلام سے نکل جائیں گے، اس طرح کہ ان میں اسلام کا کوئی اثر نہ ہو گا۔

۱۔ خوارج کون لوگ تھے؟

۲۔ ان کا کیا عقیدہ تھا؟

۳۔ انہوں نے حضرت مولا علی کرّم اللہ وجہہ الکریم سے کیوں جنگ کی؟

اس بارے میں علماء فرماتے ہیں:

یہ خارجی لوگ اوّلاً حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لشکر کے سپاہی تھے اور جان ومال قربان کرتے تھے، جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صلح کی تو یہ لوگ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بغض وعداوت میں اتنے بڑھے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے متنفر ہوگئے، جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صلح کے لیے حضرت عَمرو ابن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حَکَم (صلح کروانے والا) بنایا اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابو موسی اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حَکَم بنایا تو ان خارجی لوگوں نے کہا کہ حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں مشرک ہو گئے کیونکہ ان حضرات نے اللہ عزوجل کے سوا کسی کو اپنا حَکَم بنایا ہے، ذاتی اور عطائی کا فرق مٹاتے ہوئے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو مشرک ٹھہرانے کے لئے یہ آیت پڑھتے تھے:

(إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلّٰهِ) [یوسف: ۶۷]

ترجمہ: حکم تو سب اللہ ہی کا ہے،

لیکن قرآن شریف کی اُس آیت کے منکر ہوگئے جس میں بندوں کو حَکَم بنانے کا اجازت دی گئی ہے، اللہ عزوجل فرماتا ہے:

(وَإِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوا حَكَماً مِّنْ أَهْلِهِ وَحَكَماً مِّنْ أَهْلِهَا) [النساء: ۳۵]

ترجمہ: تو ایک پنچ (صلح کروانے والا) مردوالوں کی طرف سے بھیجو اور ایک پنچ عورت والوں کی طرف سے۔

جس طرح آج بھی کچھ لوگ ذاتی اور عطائی کا فرق کیے بغیر مسلمانوں کو **مشرک** بنانے کے لیے قرآن شریف کی بعض آیتیں پڑھتے ہیں اور بعض آیتوں سے انکار کر دیتے ہیں، **اللہ** عزوجل کی عطا سے بھی حضور ﷺ کے لئے **علمِ غیب** کے ماننے والوں کو مشرک سمجھتے ہوئے اپنے باطل عقیدہ کو ثابت کرنے کے لئے انہیں یہ آیت تو یاد رہتی ہے:

(فَقُلْ اِنَّمَا الْغَیْبُ لِلّٰہِ) [یونس:۲۰]

ترجمہ: تم فرماؤ غیب تو اللہ کے لیے ہے۔

لیکن قرآن عظیم کی وہ آیت جس میں اس بات کا بیان ہے کہ **اللہ** عزوجل نے اپنے حبیب ﷺ کو علمِ غیب عطا فرمایا ہے وہ یاد نہیں رہتی:

(وَمَا ھُوَعَلَی الْغَیْبِ بِضَنِیْنٍ) [التکویر: ۲۴]

ترجمہ: اور یہ نبی غیب بتانے میں بخیل نہیں۔

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

(عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًاۙ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ) [الجن: ۲۶، ۲۷]

ترجمہ: غیب کا جاننے والا تو اپنا غیب کسی پر ظاہر نہیں کرتا سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے۔

ایسے لوگ اگر ذاتی و عطائی کا فرق مان لیتے تو ہرگز قرآن کی آیتوں کا انہیں انکار نہ کرنا پڑتا اور مسلمانوں کو مشرک کہنے سے محفوظ رہتے، الحمد للہ ہم اہلِ سنّت و جماعت ذاتی و عطائی کا فرق مانتے ہوئے دونوں آیتوں پر ایمان لائے، بے شک ذاتی علم غیب اللہ عزوجل کے سوائے کسی کو نہیں اور اسکی عطا سے اسکے پسندیدہ رسولوں کو بھی علم غیب ہے۔

خوارج کی تعداد دس ہزار تھی اوّلاً حضرت عبد اللہ ابن عبّاس رضی اللہ تعالیٰ عنہما خوارج کے درمیان تشریف لے گئے اور انھیں ذاتی اور عطائی کا فرق سمجھاتے ہوئے فرمایا کہ بیشک حقیقی حَکَم تو اللہ عزوجل ہی ہے لیکن اسکی عطا و اذن سے اسکے

بندے بھی حکم ہیں اور دلیل میں مذکورہ آیت (وَإِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُواْ حَكَماً مِّنْ أَهْلِهِ وَحَكَماً مِّنْ أَهْلِهَا) پیش فرمائی، حضرت عبد اللہ ابن عبّاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سمجھانے پر پانچ ہزار خارجیوں نے توبہ کر لی باقی پانچ ہزار حضرت مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تلوارِ ذوالفقار سے مارے گئے، حضرت مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب اس جہاد سے فارغ ہوئے تو خارجیوں کی لاشیں بکھری پڑی تھیں بظاہر یہ لوگ قرآن پڑھنے والے تھے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ساتھیوں کو اس بات کا یقین دلانے کے لیے کہ ہم نے ان لوگوں کو قتل کیا ہے جن کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا کہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار ہونے والے جانور سے نکل جاتا ہے (اور جن کے بارے میں فرمایا تھا:) ان کی نشانی یہ ہے کہ ان میں ایک کالا آدمی ہوگا جس کا ایک بازو عورت کے پستان کی طرح یا گوشت کے لوتھڑے کی طرح ہوگا، اس شخص کی لاش تلاش کرنے کا حکم دیا، تلاش بسیار کے بعد لاش ملی جو کہ بہت سی لاشوں کے ڈھیر میں دبی ہوئی تھی بالکل وہی علامات موجود تھیں جو کہ حضور انور ﷺ نے ارشاد فرمائی تھیں، اس سے بڑھ کر رسول اللہ ﷺ کے علمِ غیب کا کیا ثبوت ہوگا، **اللّٰہ** عزوجل ہمیں حق قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(ملخّص از ''مرآۃ المناجیح''، ص۱۹۹، ج۸)

ان علامات کو دیکھنے کے بعد ہو سکتا ہے کہ کسی کے ذہن میں یہ سوال آئے کہ خارجی لوگ تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں پیدا ہوئے سوائے چند کے سب مار دیے گئے تو کیا دوبارہ انہی علامتوں والے خارجی لوگ پیدا ہو سکتے ہیں؟ اس سوال کا جواب مندرجہ ذیل حدیث شریف میں ملاحظہ فرمائیں:

أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَعْمَرٍ الْبَصْرِيُّ الْحَرَّانِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ الطَّيَالِسِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنِ الْأَزْرَقِ بْنِ قَيْسٍ، عَنْ شَرِيكِ بْنِ شِهَابٍ قَالَ: كُنْتُ أَتَمَنَّى أَنْ أَلْقَى رَجُلًا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَسْأَلُهُ عَنِ الْخَوَارِجِ فَلَقِيتُ أَبَا بَرْزَةَ فِي يَوْمِ عِيدٍ فِي نَفَرٍ مِنْ أَصْحَابِهِ فَقُلْتُ لَهُ: هَلْ سَمِعْتَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْكُرُ الْخَوَارِجَ؟ فَقَالَ: نَعَمْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ بِأُذُنِي وَرَأَيْتُهُ بِعَيْنِي أُتِيَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَالٍ فَقَسَمَهُ فَأَعْطَى مَنْ عَنْ يَمِينِهِ وَمَنْ عَنْ شِمَالِهِ وَلَمْ يُعْطِ مَنْ وَرَاءَهُ شَيْئًا فَقَامَ رَجُلٌ مِنْ وَرَاءِهِ فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ مَا عَدَلْتَ فِي الْقِسْمَةِ رَجُلٌ أَسْوَدُ مَطْمُومُ الشَّعْرِ عَلَيْهِ ثَوْبَانِ أَبْيَضَانِ فَغَضِبَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَضَبًا شَدِيدًا وَقَالَ: ((وَاللهِ لَا تَجِدُونَ بَعْدِي رَجُلًا هُوَ أَعْدَلُ مِنِّي)) ثُمَّ قَالَ: ((يَخْرُجُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ قَوْمٌ كَأَنَّ هَذَا مِنْهُمْ يَقْرَأُونَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ يَمْرُقُونَ مِنَ الْإِسْلَامِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ سِيمَاهُمُ التَّحْلِيقُ لَا يَزَالُونَ يَخْرُجُونَ حَتَّى يَخْرُجَ آخِرُهُمْ مَعَ الْمَسِيحِ الدَّجَّالِ فَإِذَا لَقِيتُمُوهُمْ فَاقْتُلُوهُمْ هُمْ شَرُّ الْخَلْقِ وَالْخَلِيقَةِ)).

["سنن النسائي"، كتاب تحريم الدّم، باب من شهر سيفه ثمّ وضعه في الناس، رقم الحديث: (۴۰۱۴)، ج۷، ص۶۲۱]

ترجمۂ حدیث: حضرت شریک بن شہاب سے مروی ہے کہ میری تمنّا تھی کہ مَیں کسی صحابیؓ رسول ﷺ سے ملوں اور ان سے خوارج کے بارے میں پوچھوں چنانچہ میری ملاقات عید کے روز حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوئی، آپ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ تھے، مَیں نے ان سے پوچھا کہ کیا رسول اللہ ﷺ سے آپ نے خوارج کے بارے میں کچھ سنا ہے؟ آپ نے فرمایا: کہ مَیں نے اپنی آنکھوں سے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے اور اپنے دونوں کانوں سے یہ سنا ہے: ایک دن رسول اللہ ﷺ کے پاس مالِ غنیمت لایا گیا، آپ نے اسے تقسیم فرمایا، جو آپ کے دائیں تھے اور جو بائیں تھے انہیں دیا اور جو پیچھے تھے انہیں نہیں دیا چنانچہ پیچھے سے ایک شخص کھڑا ہوا اُس نے کہا: اے محمد تونے تقسیم میں عدل نہیں کیا، وہ شخص کالا تھا اور اُسکا سر منڈھا ہوا تھا اور دو سفید چادریں اس پر تھیں (اُس کے اِس گستاخانہ جملے پر) رسول اللہ ﷺ شدید غضب ناک ہوئے اور فرمایا: میرے بعد مجھ سے بڑھ کر تم عادل نہ پاؤ گے، پھر فرمایا: آخری زمانے میں ایک قوم نکلے گی گویا یہ بھی ان میں سے ہے، جو قرآن بہت پڑھیں گے لیکن ان کے گلے سے نیچے نہیں اترے گا، اسلام سے ایسے نکل جائیں گے

جیسے تیر شکار سے، ان کی علامت سر منڈانا ہے، یہ نکلتے ہی رہیں گے حتّٰی کہ ان کا آخری گروہ مسیح دجّال کے ساتھ نکلے گا تو جب تم ان سے ملو تو انہیں قتل کرو اور جان لو کہ یہ بدترین مخلوق ہے۔

"نسائی" صحیح احادیث کی چھ مشہور کتابوں میں سے ہے، اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ خارجی لوگ قیامت تک نکلتے رہیں گے، ان کی فساد انگیزی ختم نہیں ہوگی، یہ مسلمانوں سے ہمیشہ لڑتے رہیں گے اور کفّار ومشرکین کے ساتھ رہیں گے یہاں تک کہ جب مسیح (کانا) دجال نکلے گا تو اسکے ساتھی بھی یہی لوگ ہوں گے، خوارج اور اسکی پیروی کرنے والے گروہ کی جانب سے مسلمانوں پر کفر وشرک کا فتوی لگا کر انہیں قتل کرنے کے واقعات تاریخ کا المناک حصہ ہیں، اگر کوئی اس بارے میں تفصیلی معلومات حاصل کرنا چاہتا ہو تو وہ مفتی عبد القیوم ہزاروی کی مشہور ومعروف تصنیف "تاریخ نجد وحجاز" کا مطالعہ کرے یا نجم مصطفائی صاحب کے رسالے "منزل کی تلاش" اور "داستان عرب" کو پڑھے جس میں نہایت آسان زبان میں حقائق کو مدلل انداز میں بیان کیا گیا ہے۔

نجد سے شیطان کا سینگ ظاہر ہوگا

الحدیث 39

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ: حَدَّثَنَا أَزْهَرُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ: عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: ذَكَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «اللَّهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي شَأْمِنَا، اللَّهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي يَمَنِنَا»، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ! وَفِي نَجْدِنَا؟ قَالَ: «اللَّهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي شَأْمِنَا، اللَّهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي يَمَنِنَا»، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ! وَفِي نَجْدِنَا؟ فَأَظُنُّهُ قَالَ فِي الثَّالِثَةِ: «هُنَاكَ الزَّلَازِلُ وَالْفِتَنُ، وَبِهَا يَطْلُعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ».

[”صحيح البخاري“، كتاب الفتن، باب قول النبيّ صلّى اللّٰه عليه وسلّم: ((الفتنة من قبل المشرق))، رقم الحديث: (۴۹۰۷)، ص۲۲۲۱]

ترجمۂ حدیث: حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی: اے اللہ ہمارے لیے ہمارے شام میں اور ہمارے یمن میں برکت عطا فرما (حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما) نے فرمایا: بعض لوگوں نے عرض کیا: اور ہمارے نجد میں؟ رسول اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّمنے دوبارہ فرمایا: اے اللہ! ہمارے لیے ہمارے شام میں اور ہمارے یمن میں برکت عطا فرما، پھر عرض کیا گیا: اور ہمارے نجد میں؟ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہمانے فرمایا: رسول اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّمنے غالباً تیسری مرتبہ فرمایا: ”وہاں زلزلے اور فتنے ہوں گے اور وہاں سے شیطان کا سینگ نکلے گا“۔

علّامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قال: بها أي: بنجدٍ يطلع قرن الشيطان: أي حزبه وأمّته.

ترجمہ: حدیث میں فرمایا جاناوہاں یعنی نجد میں شیطان کا سینگ نکلے گا یعنی شیطانی گروہ اور شیطانی جماعت نکلے گی۔

(”عمدة القاری“، ج۵، ص۶۹۲)

ایک اور مقام پر امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُسْتَقْبِلُ الْمَشْرِقَ يَقُولُ: ((أَلَا إِنَّ الْفِتْنَةَ هَاهُنَا مِنْ حَيْثُ يَطْلُعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ)).

[”صحيح البخاري“، كتاب الفتن، باب قول النبي صلّى اللّٰه عليه وسلّم: الفتنة من قبل المشرق، رقم الحديث: (۳۹۰۷)، ص۲۲۲۱]

ترجمۂ حدیث: حضرت ابنِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بیان ہے کہ اُنہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا جب کہ آپ ﷺ مشرق کی جانب منہ کرکے فرما رہے تھے: خبردار ہو جاؤ کہ فتنہ ادھر ہے، جہاں سے شیطان کا سینگ نکلے گا۔

"عمدۃ القاري" (۸۵۳/۶۱) میں شارحِ بخاری حضرت علّامہ بدر الدین عینی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کے تحت اقوال نقل فرماتے ہوئے کہتے ہیں: نجد من جهة المشرق، یعنی نجد (مدینے سے) مشرق کی جانب ہے۔

ان احادیث سے بھی معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ اللہ عزوجل کی عطا سے قیامت تک ہونے والے واقعات سے باخبر ہیں، اس نوعیت کی احادیث بخاری و مسلم اور دیگر احادیثِ صحاح میں بکثرت ہیں بالخصوص بخاری شریف میں "باب علامات النبوّة فی الإسلام اور "أبواب الفتن" سے مزید احادیث لکھی جاسکتی ہیں، ہمارے پیارے آقا مدنی مصطفی ﷺ نے جتنا ہمارے حق میں بہتر خیال فرمایا ہمیں مستقبل میں آنے والے فتنوں اور خطروں سے ہماری بھلائی کے لیے خبر دار فرمادیا، قیامت کی نشانیاں، قیامت کے روز ہونے والے واقعات، جنّت اور دوزخ کے عذابوں کا تذکرہ یہ سب غیب ہی تو ہے۔

آقائے نامدار ﷺ دوزخ سے نکلنے والے آخری جنّتی کو بھی جانتے ہیں

الحدیث 40

حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَبِيدَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((إِنِّي لَأَعْلَمُ آخِرَ أَهْلِ النَّارِ خُرُوجًا مِنْهَا، وَآخِرَ أَهْلِ الْجَنَّةِ دُخُولًا، رَجُلٌ يَخْرُجُ مِنَ النَّارِ حَبْوًا، فَيَقُولُ اللهُ: اذْهَبْ فَادْخُلِ الْجَنَّةَ، فَيَأْتِيهَا فَيُخَيَّلُ إِلَيْهِ أَنَّهَا مَلْأَى فَيَرْجِعُ فَيَقُولُ: يَا رَبِّ وَجَدْتُهَا مَلْأَى، فَيَقُولُ: اذْهَبْ فَادْخُلِ الْجَنَّةَ، فَيَأْتِيهَا فَيُخَيَّلُ إِلَيْهِ أَنَّهَا مَلْأَى فَيَرْجِعُ فَيَقُولُ: يَا رَبِّ وَجَدْتُهَا مَلْأَى، فَيَقُولُ: اذْهَبْ فَادْخُلِ الْجَنَّةَ، فَإِنَّ لَكَ مِثْلَ الدُّنْيَا وَعَشَرَةَ

أَمْثَالِهَا أَوْ إِنَّ لَكَ مِثْلَ عَشَرَةِ أَمْثَالِ الدُّنْيَا فَيَقُولُ: أَتَسْخَرُ مِنِّي أَوْ تَضْحَكُ مِنِّي، وَأَنْتَ الْمَلِكُ». فَلَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَحِكَ حَتَّى بَدَتْ نَوَاجِذُهُ، وَكَانَ يُقَالُ: ذَاكَ أَدْنَى أَهْلِ الْجَنَّةِ مَنْزِلَةً.

["صحيح البخاري"، كتاب الرقاق، باب صفة الجنّة والنّار، رقم الحديث: (١٧٥٦)، ص٦٣١١]

ترجمۂ حدیث: حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ دوزخ سے نکلنے والوں میں سے آخری نکلنے والے کو اور جنّت میں آخری داخل ہونے والے کو مَیں اچھی طرح سے جانتا ہوں، ایک شخص آگ سے گھسٹتا ہوا نکلے گا تو اللہ فرمائے گا: جا جنت میں داخل ہو جا، وہ وہاں جائے گا، اسے خیال آئے گا کہ جنت بھری ہوئی ہے، وہ وہاں سے لوٹ آئے گا، کہے گا: یارب! میں نے جنت بھری ہوئی پائی، تو اللہ پھر فرمائے گا: جا جنت میں داخل ہو جا، وہ وہاں جائے گا، اسے خیال آئے گا کہ جنّت بھری ہوئی ہے، وہ (دوبارہ) لوٹ آئے گا، کہے گا: یارب! مَیں نے جنت بھری ہوئی پائی، اس سے فرمائے گا: جا اور جنت میں داخل ہو جا کیونکہ جنت میں تیرے لیے دنیا کے برابر بلکہ اس سے بھی دس گنا ہے یا تیرے لیے دس دنیاؤں کے برابر ہے، وہ کہے گا: کیا مجھ سے تمسخر کرتا ہے یا مجھ سے ہنسی فرماتا ہے حالانکہ تُو بادشاہ ہے تو مَیں نے رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو دیکھا کہ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ہنسے حتی کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے دندانِ مبارکہ نظر آنے لگے، کہا جاتا تھا کہ یہ جنت والوں میں ادنی درجہ کا ہوگا۔

الحمد للہ علی إحسانہ بعطاء ربّ العالمین رحمۃ للعالمین صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے لیے علم ماکان ومایکون اور غیبی مشاہدات کے ثبوت میں "بخاری شریف" سے چالیس احادیث بیان ہوئیں، اللہ تبارک وتعالیٰ جسے ہدایت عطا فرمائے اس کے لئے ایک حرف

کافی ہے اور جسے اپنی رحمت سے دور کردے اس کے لیے دفتر بیکار ہیں، جس کی آنکھیں پھوٹ گئیں ہوں اسے چمکتا ہوا سورج دکھائی نہیں دیتا، ان شاء اللہ اس تالیف کے مطالعہ سے جہاں اہلِ ایمان کے ایمان میں مزید مضبوطی حاصل ہوگی وہیں نبی کریم ﷺ کے علمِ غیب کے بارے میں زبان درازی اور اور بخاری کی رٹ لگانے والوں کے لیے ایک اتمامِ حجت ہوگا کہ الحمدللہ اہلسنت کے عقائد کی بنیاد محض قصّے کہانیاں نہیں ہیں بلکہ ہمارے عقائد قرآن وحدیث سے ثابت ہیں، اللہ عزوجل سے دعا ہے کہ ہمیں مرتے دم تک اہلسنت وجماعت سے وابستہ رکھے اور بے ادبوں کے شر سے سدا محفوظ رکھے، سبز سبز گنبد کے سائے تلے ایمان وعافیت کے ساتھ موت نصیب فرمائے اور جنت البقیع میں مدفن اور جنت الفردوس میں اپنے محبوب ﷺ کا پڑوس نصیب فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الأمین ﷺ.

عبدالقادر قادری رضوی بن عثمان (کچھی لوہار واڈہ نانی وموٹی والا)

المراجع والمطابع

تفسیر الجلالین	دار الکتب العلمیہ ,بیروت
حاشیۃ الصاوي	دار الکتب العلمیہ، بیروت
تفسیر بیضاوي	دار الفکر، بیروت
الفتوحات الالٰهیۃ	دار الکتب العلمیہ، بیروت
روح المعاني	مکتبۂ إمدادیہ
تفسیر ابن جریر	دار الفکر، بیروت
تفسیر البغوي	ادارۂ تالیفات اشرفیہ، ملتان
تفسیر کبیر	مکتبۂ حقانیہ
تفسیر مدارک	قدیمی کتب خانہ، کراچی

تفسیر ابن کثیر	دار الكتب العلمية، بيروت
تفسیر خازن	مکتبہ فاروقیہ ، پشاور
مفردات ألفاظ القرآن	الدار الشامية بيروت
الدرّ المنثور	دار الفكر، بيروت
صحيح البخاري	دار السلام، الرياض
صحيح مسلم	دار السلام ، الرياض
جامع الترمذي	دار السلام ، الرياض
المسند للإمام أحمد	دار الفكر، بيروت
المعجم الكبير	دار إحياء التراث العربي ، بيروت
مجمع الزوائد	دار الكتب العلمية ، بيروت
حلية الأولياء	ادارة تاليفات اشرفيه
كنز العمّال	ادارة تاليفات اشرفيه
صحيح مسلم بشرح النووي	دار إحياء التراث العربي، بيروت
عمدة القاري	دار الفكر، بيروت
فتح الباري	دار الحديث ، القاهرة
مرقاة المفاتيح	مکتبۂ رشیدیہ ، کوئٹہ
مرآۃ المناجیح	نعیمی کتب خانہ، گجرات
نزہۃ القاری	برکاتی پبلشرز ، کراچی
الفتاوى الرضوية	رضا فاؤنڈیشن ، لاہور
فتاوی حدیثیہ	قدیمی کتب خانہ، کراچی
المواهب اللدنية	دارالكتب العلميه، بيروت

مدخل لابن الحاج	دار الفکر، بیروت
الدولۃ المکیّۃ مترجم	نذیرسنز پبلشرز، لاہور
توضیح البیان	حامد اینڈ کمپنی ، لاہور
مقالات سعیدی	فرید بک اسٹال
مسئلۂ حاضر وناظر	پاکستان سنّی اتحاد ، فیصل آباد
علم غیب	ادارۂ مسعودیہ
جاء الحق	قادری پبلشرز ، لاہور

طوبیٰ ویلفئیر ٹرسٹ (انٹرنیشنل)

فقیہ العصر مفتی محمد ابو بکر صدیق صاحب (رئیس دارالافتاء Qtv) کے زیرِ سرپرستی طوبیٰ ویلفئیر ٹرسٹ کا قیام عمل میں لایا گیا ہے۔ اسکے قیام کا مقصد مسلم اُمّہ کو خالصتاً ایسا مذہبی پلیٹ فارم مہیّسر کرنا ہے جو نہ صرف ہماری دینی رہنمائی کرتا ہو بلکہ لوگوں کو جدید عصری علوم سے بھی آشنا کرے اور اس ادارے سے ایسے پاکیزہ فکر صالح وپرہیزگار حفّاظ، علماء، مفتیانِ کرام اور دیگر علوم وفنون کے ماہرین تیار ہو کر میدان عمل میں آئیں جو نہ صرف جدید علوم پر دسترس رکھتے ہوئے ہر شعبہ ہائے زندگی میں خدمات انجام دیں بلکہ اپنے اپنے شعبوں میں لوگوں کی دینی رہنمائی کا حق بھی ادا کریں، تاکہ مسلم معاشرے میں پائی جانے والی بے چینی، مایوسی، احساس کمتری اور اخلاقی انحطاط کا خاتمہ ہو اور ہمارے نوجوان ایک مرتبہ پھر مسلم اُمّہ کی قیادت کے اہل ثابت ہو سکیں بلکہ دنیائے اسلام کے بے بس مسلمانوں کو ایک مرتبہ پھر عزّت وسرخروئی دلا سکیں، اسکے لئے ابتدائی طور پر طوبیٰ ویلفئیر ٹرسٹ کے تحت درج ذیل ادارے اور پروگرامز کا آغاز ابتدائی سطح پر کر دیا گیا ہے جو آپ کے تعاون سے مزید فروغ پائیں گے، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

درس نظامی (عالم کورس):

پاکستان کے مختلف شہروں کراچی، میرپور خاص، کوئٹہ وغیرہ میں رہائشی وغیر رہائشی طلبہ تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔

دار الافتاء:

عوام الناس کی سہولت اور دینی رہنمائی کے لئے پاکستان کے مختلف مقامات پر دارالافتاء کا قیام عمل میں آ چکا ہے، جہاں آپکے مسائل کا قرآن وسنّت کی روشنی میں جواب دیا جاتا ہے، فارغ التحصیل علماء کو فتویٰ نویسی کی تربیت دی جاتی ہے، اس کے ساتھ ساتھ لوگوں کے درمیان مفتیانِ کرام کے موبائل فون نمبرز مشتہر کر دیئے گئے ہیں تاکہ لوگ فوری طور پر رابطہ کر کے درست مسئلہ معلوم کر سکیں نیز دنیا بھر سے آئے ہوئے استفتاء جات کے تحریری جوابات دیئے جاتے ہیں۔

تعلیم القرآن، قرآن فہمی:

طلباء و طالبات کو حفظ و ناظرہ کی تعلیم اور ابتدائی دینی معلومات سے روشناس کرایا جا رہا ہے، نوجوانوں میں فکری شعور بیدار کرنے کیلئے کراچی اور دیگر شہروں میں مختلف مقامات پر درسِ قرآن منعقد ہو رہے ہیں۔

شارٹ کورسز:

عنقریب قرآن وحدیث کی تعلیمات پر مشتمل مختلف شارٹ کورسز کا آغاز کیا جائے گا۔

انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی کا قیام:

مستقبل قریب میں اسلامک یونیورسٹی کے لئے وسیع و عریض جگہ کا حصول، جس میں دنیا بھر کے نوجوان ادارے سے فیضیاب ہو کر ساری دنیا میں اسلام کے فروغ کیلئے خدمات انجام دیں گے۔

مجلس مصالحت:

معاشرتی وخاندانی تنازعات کے تصفیہ اور لوگوں کو وقت ومال کے ضیاع سے بچانے کے لئے مفتیان کرام پر مشتمل مجلس مصالحت عمل میں آچکی ہے۔

مجلس الفقہاء:

دور حاضر میں نت نئے معاملات ومسائل درپیش آتے ہیں ان پر تحقیق اور حل کیلئے ماہر مفتیانِ کرام پر مشتمل مجلس الفقہاء کا قیام عمل میں آچکا ہے۔

اسلامک ریسرچ سینٹر:

کتبِ اسلاف پر تحقیق کیلئے تحقیقی کاوشوں میں مصروفِ عمل ہے، جسمیں اب تک کئی کتابوں پر تحقیقی کام مکمل ہو چکا ہے۔

ویب سائٹ:

ملک وبیرون ملک اسلامی لٹریچر کو فروغ دینے کے لئے ویب سائٹ کا قیام جس کا ایڈریس www.toobawelfare.com ہے۔الحمد للہ عزوجل !طوبیٰ اسلامک مشن سے تعلق رکھنے والے مفتیان کرام پرنٹ میڈیا کے ساتھ ساتھ الیکٹرونک میڈیا مثلاًQtv ، حق tv، لبیک اور دیگر ٹی وی چینلز پر بھی شب وروز دینی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

ماہانہ مجلّہ کا اجراء:

مسلم امہ کو درپیش چیلنجز اور انکا حل، دینی مسائل، جدید مسائل اور انکا حل، روحانی علاج، عالم اسلام کے خلاف ہونے والی بین الاقوامی سازشوں کا مؤثر علاج اور مسلم امّہ میں بیداری کیلئے اہم ترین مواد پر مشتمل ایک اہم رسالے کا اجراء کیا جارہاہے۔

دکھی انسانیت کی خدمت کیلئے مختلف فلاحی امور مثلاً مفت ڈسپنسریز کا قیام، مستحقین کی امداد اور نادار طلباء کے لئے مفت تعلیمی سہولت وغیرہ کیلئے ویلفیئر کا کام جاری ہے۔

اللہ عزوجل کے فضل وکرم سے ہم نے امّتِ مسلمہ کیلئے ایک عظیم کارِ خیر کی بنیاد رکھ دی ہے، اسکو پایہ تکمیل تک پہنچانے کیلئے آپ تمام حضرات کا تعاون درکار ہے، اس عظیم کار خیر میں حصہ لے کر دنیاوی واخروی کامیابیاں حاصل کیجئے۔